

پیشترس!

کالی کہکشاں! ملاحظہ فرمائیے! علامہ کا سلسلہ آپ نے
پڑھ لیا تھا شکر ہے!۔ چند خطوط میں اس پر انھوں نے بھی غماز کیا تھا
چکہ: "بیچارہ شہ زور" اس سلسلے کی آخری کتاب تھی حالانکہ کہانی
میں مزید پھیلاؤ کی گنجائش تھی۔

کالی کہکشاں اُن لوگوں کی فرمائش پر لکھی گئی ہے جو چاہتے
ہیں کہ ایک کہانی ایک ہی کتاب میں ختم ہو جایا کرے۔ فرمائش تو میں نے
پوری کر دی ہے لیکن ساتھ ہی یہ بھی سوچ رہا ہوں کہ واقعی یہ کہانی
پھیلاؤ کی متقاضی تھی۔ دو حصوں میں مکمل ہوتی تو اسکی دلچسپیاں بھی
دو چند ہو جاتیں۔ جو ٹکڑے تنگ رومان کے باعث مجھلا لکھے گئے ہیں
تفصیل انھیں نہیں کا کہیں ہو چکا ہوتا۔

ابھر سترہ بیسالی والی کی فرمائشوں کے ٹھہر گئے ہیں!
ہر سکتا ہے جلد ہی اس طرف بھی توجہ دوں۔ لیکن یہ بتانا میرے بس
سے باہر ہے کہ ریرولینڈ کہاں ہے؟ (فی الحال)۔۔۔ آئندہ
دیکھنے کیا پورا ہے! خیر چھوڑتے ہیں اس دفعے کو ایک نئی بات
سنائیے: "میں سال بعد تک صاحب نے میرے ایک "گناہ"
کی طرف توجہ دلائی ہے اُن کا کہنا ہے کہ عمران کے والد کو "رحمن
صاحب" کی بجائے عبدالرحمن لکھنا چاہیے۔۔۔۔

اس ناول کے نام مقام کردار اور
کہانی سے تعلق رکھنے والے اداروں
کے نام فرضی ہیں

مطبوعات اسلام آباد پبلی کیشنز
نیرا ہتمام

کتابی دنیا میکلوٹروٹولاہور

پبلشر۔۔۔ سلطان محمد
پرینٹر۔۔۔ حمایت اسلام پولیس

گزارش یہ ہے کہ یہ احترام محض ہم ذات تک محدود نہیں ہے۔
 ہے۔ اسمائے صفات کے سلسلے میں لوگ اتنے محتاط نہیں ہے۔
 آپ نے بھی اکثر شرکوں پر اس قسم کی آوازیں مسمیٰ ہو چکی ہیں اور
 غفور رنے "یا" اور جیسے کدھر ملتا جا رہا ہے۔ یہ ہے
 میری طاقت میں اس بے تکلفی کی وجہ صحت ہی ہو سکتی
 ہے کہ اللہ پاک نے اپنی صفات کا کسی قدر جتن دیا ہندے کو بھی قرار
 دیا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ اگر میں غلطیوں پر ہوں تو اللہ مجھے
 معاف کرے۔

بہتر ہے علمائے دین کی برائیوں کو لکھیں پڑھتے ہیں۔ ممنون ہوتا ہوں
 اگر وہ اس سلسلے میں میری رہنمائی فرمائیں۔

دیسے عمران کے والد کا پورا نام عبدالرحمن نہیں بلکہ کم عمران
 ہے۔ خود کو "کے" رحمان "لکھتے ہیں۔۔۔ اور میں نے ابتدا سے
 آج تک "رحمان صاحب" ہی لکھا ہے۔ صحت "رحمان" کبھی نہیں
 لکھا کہ گستاخی کا پہلو نہیں آتا۔

انصاف
 ۳۱
 ۵
 ۱۹۹۱

وچ پاگلوں کی طرح کارروائی کر رہی تھی۔ غیلا ہونٹ راتوں
 میں دبا ہوا تھا تھتے غصے کا زلیقہ دھڑ سے پھول پھٹک رہے تھے۔
 پیشانی پر سسٹوں میں تھیں۔ اور آنکھیں سرخ۔ ایسا معلوم ہوتا تھا
 جیسے کارہی سے اس کی شان میں کوئی گستاخی سرد ہو چکی ہو۔
 اسی لئے رگڑے ڈال دی ہو بچپاری کو۔!

سڑک خطرناک تھی۔ پہاڑی علاقوں کی سڑکیں عام طور پر
 ایسی ہی ہوتی ہیں جیسے چکر دار۔ جن کی ایک جانب پستی تاک گہریاں
 ہوتی ہیں۔۔۔

لیکن وہ تو اس طرح ڈرائیو کر رہی تھی جیسے کسی میدان میں تیز
 رفتاری کے ریکارڈ توڑ رہی ہو۔

خونیں شکل بھی رہی ہوگی لیکن اس دقت کو غفینا کی نے مدد حاصل
 کی بناوٹ ہی لگا کر رکھ دی تھی۔۔۔ بال گھلے ہوئے تھے اور ایک سسٹ کش
 لٹ بلا رہا اور کچھ ترسے پر آ رہی۔۔۔ جین اور جیکٹ میں طبعی سس تھی!

سینے پر کارٹوسوں کی پیسٹی تھی اور ہر لاش میں رول اور نو جو د تھا!
 سمنہ کا تختہ آٹا ایک چھوٹی سی بستی میں ہوا۔۔۔ قہر خانے
 کے سامنے اس نے گاڑی روکی تھی!
 انجمن ہند کے نیچے آٹری۔ چمنڈ لے غاوش کھڑی قہر
 خانے کے صدر دروازے کو گھورتی رہی۔ پھر آدھی اور طوفان کی طرح
 قہر خانے میں داخل ہوئی تھی! چرچا ہند میں پر اس کے وزنی جوتے
 ایسی دھمک پیدا کر رہے تھے جیسے دوسروں کا سکون غارت
 کرنا آئیے ہندوادی حقوق میں شامل ہو۔
 اُسے دیکھتے ہی ایک آدھی کاؤشر کے پیچھے سے نکلا تھا اور
 تیزی سے آگے بڑھ کر اس کی راہ میں مائل ہونے کی کوشش کی تھی۔۔۔
 ”چپلی جاؤ۔۔۔ خدا کے لئے اس وقت چپلی جاؤ۔“
 اس نے خوش زدہ انداز میں سسر گوشی کی تھی۔۔۔
 ”بھوسا ہند کر دو۔“ وہ پیسہ پرچہ کر دھاڑتی! مجھے بتاؤ
 کہ وہ بابا کو کہاں لے گئے ہیں؟
 ”تمہارے لئے بھی خط لکھ رہے۔۔۔ چپلی جاؤ۔۔۔“ اس نے
 مڑ کر کاؤشر کی طرف دیکھا تھا۔۔۔
 لڑکی کی نظر بھی ادھر ہی آٹھ گئی۔۔۔
 ”کاؤشر کے پیچھے کون ہے؟“ اس نے آہستہ سے پوچھا تھا
 ساتھ ہی اس کا ہاتھ ریلوے کے دستے پر جا رہا تھا۔
 ”میں کہتا ہوں چپلی جاؤ۔“
 ”کیا تمہاری شامت آئی ہے! میں نے پوچھا تھا کاؤشر
 کے پیچھے کون ہے؟“

”وہ دونوں رک گئے۔۔۔“ عقوبت کرے میں ہیں۔۔۔“
 ”کون دونوں۔۔۔“
 ”طارق اور جواد۔“ میں کہتا ہوں یہاں سے چپلی جاؤ۔“
 ”میں نے پوچھا تھا وہ بابا کہاں لے گئے ہیں؟“
 ”رب العزت کی قسم! میں نہیں جانتا۔ وہی دونوں جانتے
 ہوں گے۔“ ان کے ساتھ تھے۔۔۔ نہ جانے کیوں یہاں رک گئے ہیں۔
 ہو سکتا ہے۔۔۔ تمہارے ہی لئے رکے ہوں۔۔۔ چپلی جاؤ۔۔۔ پھر کہتا
 ہوں چپلی جاؤ۔۔۔“
 اس نے پھر خوش زدگی کے ساتھ کاؤشر کی طرف دیکھا تھا۔۔۔
 ”قہر خانے جاتے ہوں گے کہ بابا کہاں لے جایا گیا ہے۔“ لڑکی نے سوال کیا
 ”جب ساتھ ہی تھے تو ضرور جانتے ہوں گے۔“
 ”اور تم مجھے مشورہ دے رہے ہو کہ میں یہاں سے چلی جاؤں۔“
 ”فی الحال عقل مند کا اتفاقہ یہی ہے۔“
 ”اور تم ان لوگوں کے مقابلے میں بابا کے ہمرد ہو۔“
 ”یقیناً ہوں!“ وہ آہستہ سے بولا ”لیکن تمہارے علاوہ
 اور کسی کے سامنے اعلیٰ ذات کی جرات نہیں رکھتا۔“
 ”اچھی بات ہے تو پھر ہٹ جاؤ میسرے راستے سے! میں انہی دونوں
 سے مل کر کروں گی۔“
 ”تم سمجھتی کیوں نہیں؟“ اس نے چاروں طرف دیکھ کر بے بسی
 سے کہا۔ اس دوران میں قہر خانے کی ساری میسجز خالی ہو گئی تھیں۔۔۔
 لوگ خطرے کی گھنٹی سمجھتے ہی ایک ایک کر کے کھسک گئے تھے!
 ”اچھی بات ہے۔۔۔ میں جا رہی ہوں۔“ لڑکی نے آہستہ سے کہا۔ وہ

لکھنویوں سے کاؤنٹر کی طرف دیکھے جا رہی تھی۔ ساؤنڈسٹر کے پیچھے
کاؤنڈر وازہ غور سے مائل تھا۔ اور اس آدمی کی شکل صاف نظر آتی تھی
جس نے دروازہ کھولا تھا۔ اور چہرہ تیزی سے باہر آ گیا۔
اپنی صدمہ و دروازے کی طرف مڑی ہی تھی کہ ہاتھ اٹھا کر حائل
”ٹھہرو۔۔۔“

لڑکی پلٹ پڑی لیکن اس کا ریلوے پولسٹر سے نکل آیا تھا اور اس کی
نال آواز سے کر دے والے کے سینے کی طرف اٹھی ہوئی تھی۔
قبوہ خانے کا مالک متحرک نکل کر دیکھا:

”کاؤنڈسٹر کے دیکھے کھڑے ہوئے آدمی نے اپنے ہاتھ اوپر اٹھائے
تھے۔ لڑکی اس کے دل کا نشانہ بنے۔ آہستہ آہستہ کاؤنڈسٹر کی طرف
بڑھتی رہی قبوہ خانے کا مالک جہاں تھا وہیں کھڑا رہا۔ اس کے چہرے پر
سرساگی کے آثار تھے۔

”بابا کھان میں؟“ لڑکی نے کاؤنڈسٹر کے قریب پہنچ کر تیز
قسم کی سوجھ بوجھ کی۔۔۔

”تم انہیں کر سکتی۔۔۔ وہ تھوڑی ہوئی آواز میں بولا۔
دوسری بات کا جواب نہ دیکر دیکھو۔“

”میں نہیں جانتا۔“

”تم مجھے جو۔۔۔ بتاؤ۔“ لڑکی نے کہا اور پھر کسی حد تک
جو کہنا نہ کر دیا۔ لیکن شکار وہ آدمی تھا جس نے دروازے کی آدھ
سے لڑکی پر ہاتھ کرنے کی کوشش کی تھی۔ ریلوے اس کے ہاتھ سے
چھوٹ پڑا۔

وہ آدمی جس نے ہاتھ اٹھا رکھے تھے بولکھلا کر ایک طرف ہٹ گیا تھا۔

”جیسے ہو۔ ویسے ہی کھڑے ہو۔“ لڑکی ڈپٹ کر لوٹی۔ اور کاؤنڈر
کے پیچھے والا دروازہ زوردار آواز کے ساتھ بند ہو گیا تھا اور پولٹ
سڑنے کی آواز بھی آئی تھی۔

لڑکی اس آدمی کو کور کئے ہوئے کاؤنڈسٹر کے پیچھے آئی اور جبکہ
ریلوے آٹھالیا۔ ریلوے کے تریب ہی اسے خون کی بوندی بھی
نظر آئی تھیں۔۔۔

”صدمہ دروازہ بند کر دو۔“ لڑکی نے قبوہ خانے کے مالک سے کہا۔
اس نے چپ چاپ تعمیل کی تھی۔

”اب میرے دو دن ہاتھوں میں ریلوے ہیں؟“ لڑکی نے آدھ آواز
میں کہا۔ ایک کارخ دروازے کی طرف ہے اور دوسرے کا طارق
کی طرف۔ بہتری ایسی میں ہے جو کہ باہر آ جاؤ۔۔۔ اور مجھے بتاؤ
کہ تمہارے ساتھی بابا کو کہاں لے گئے ہیں۔۔۔؟
اس کی آواز سناتے میں گرج کر رہ گئی۔ لیکن کہیں سے بھی
کوئی جواب نہ ملا۔

”جو آواز غمی ہو گیا ہے۔“ لڑکی نے طارق سے کہا۔ یہ رہیں خون
کی بوندی، میں نہیں سمجھتی زندہ نہ چھوڑوں گی ورنہ بابا کا پتا بتا دو۔۔۔
”م۔۔۔ میں نہیں جانتا۔“

”تم دو دن بیان کیوں رکھ سکتے تھے۔“

”ب۔۔۔ بس تو سچی۔“

قبوہ خانے کا مالک دروازہ بند کر کے وہیں رک گیا تھا۔ لیکن
اب اس کے چہرے پر ہیجان یا انتشار کی علامات نہیں تھیں۔ بڑے سکون
کے ساتھ اس چویش کا تماشا کی بنا ہوا تھا۔

اچھی بات ہے تو مرنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ میں ان میں سے کسی کو بھی نہیں بخشوں گا جو بابا کی پریشانی کا باعث بنے ہیں۔ لڑکی نے طارق سے کہا۔
 و تیرے بابا نے قتاری کی مٹی ہے۔ اندر سے کہانی بھری آواز آئی۔
 و باہر نکل کر بات کیوں نہیں کرتا گئے۔ اگر تو بابا کی قتاری ثابت کر سکا تو میں تجھے ضمانت کروں گی۔

تم مجھ سے ڈرتی رہو۔ طارق بھرتی بھرتی آواز میں بولا۔
 و دیکھا جائے گا۔ تم اپنی غیریت چاہتے ہو تو جو آؤ کر میرے سامنے بھاؤ۔
 ہم۔ میں کیسے بھاؤں۔
 جو آؤ۔ باہر نکل کر بات کرو۔ لڑکی دھڑکی۔ لیکن اس بار اندر سے
 کوئی آواز نہ آئی۔

زین نے غصہ جھوٹ و اتھوں میں دباتے ہوئے سوچا کہ میں وہ نزار نہ ہو گیا ہو۔۔۔
 طارق۔ آگے بڑھو اور دیوار کی طرف مت کر کے کھڑے ہو جاؤ۔
 اُس نے دیکھا کہ جیش دے کر کہا۔

تم ضرور مجھ سے ڈرتی ہو۔ کھبت ہوا دیوار کی طرف مڑ گیا۔ زین نے
 ایک ریوڑ اور ہرن شیش والی اور دوسرے سے طارق کو کور کئے
 ہوئے اُس کی طرف بڑھی۔ وہ دیوار سے ٹکرا کھڑا تھا۔
 اُسکے ہولسٹر سے ریوڑ نکال لینے کے بعد اپنے ریوڑ کے دستے
 سے اُس کی گردن پر ضرب لگائی تھی۔۔۔
 طارق لڑا کھڑا ہوا سنسنش پر آ رہا۔

و رب العزت کی قسم تو مجھے دل گردے والی ہے۔ تو ہونے
 کے مالک نے کہا جو اب کاؤنٹر کے قریب کھڑا تھا۔

و کیا وہ دوسری طرف سے نکل گیا ہوگا۔ زین نے پھریش
 طارق پر سے نظریں ہٹائے بغیر پوچھا۔

و ادھر کی کھڑکی میں سلاخی نہیں ہیں۔ جواب ملا۔

و آؤ۔۔۔ تب تو ضرور نکل گیا ہوگا۔

و میں دیکھوں جا کر۔

و ضرور۔۔۔ ضرور۔۔۔ میں ادھر ہی ٹھہروں گی۔ کہیں یہ بھی ہوش میں
 آکر کھٹک نہ جائے۔

مجھے اس کے لئے جواب ہی کی کرنی پڑی۔

و ان۔۔۔ یہ بات تو ہے۔۔۔ اچھی بات ہے۔۔۔ میں جاری ہوں تم
 اسے دیکھو۔۔۔ پھر میں کوئی ایسی تدبیر کر دوں گی کہ تم جوا بھمی
 سے بچ جاؤ۔

و وہ دروازہ کھول کر باہر نکلے۔ تھوڑے خٹنے سے تھوڑے ہی فاصلے
 پر جھیسٹر لگ گئے تھے۔ اُس نے ان لوگوں پر اچھتی سی نظر ڈالی
 مٹی اور ریوڑ والا اتھا آٹھا کر لیا تھی۔ اگر کسی نے ادھر گئے کی کوشش
 کی تو اچھا نہیں ہوگا۔
 جو جہاں تھا وہیں کھڑا رہا۔ وہ چکر ساٹ کر تھوڑے خانے کی پشت
 پر پہنچ گئی۔

کھڑکی کھلی نظر آئی۔ اُس کے نیچے دیوار پر خون کی لکیریں تھیں۔
 کوہ خالی تھا۔ وہ کھڑکی کی طرف سے کمرے میں داخل ہوئی۔ اور
 کھڑکی بند کر کے سنگنی نکا دی۔۔۔ یہاں بھی فریش پر کئی جگہ تازہ خون
 کے دبے تھے۔

و دروازہ کھول کر وہ بھر مال میں پہنچ گئی۔ طارق بدستور آؤ نہ بھاڑا

بھی نہ دکھائی دی جہاں اس کے چپ رہنے کا امکان ہوتا۔

وہ پھر گاڑی کی طرف پلٹ آئی۔ اپنے میں قبرہ خانے کی عقبی کھڑکی کھلی تھی اور زمین پر بڑی کھڑکی سے ریوالتور نکال لیا تھا۔ کھڑکی میں ایک چہرہ نظر آیا۔ بستی ہی کا کرتی لسنر دھتا! چہرہ ششاسنگ رہا تھا!

”تم نے اچھا نہیں کیا لڑکی۔“ وہ بھاری بھر کم آواز میں بولا۔

”دو دن زندہ ہیں! مر نہیں گئے۔“ زمین پر لاپرواہی سے کہا۔

”اُسے ابھی تک ہوش نہیں آیا۔“

”انتہا طاقتور نہیں معلوم ہوتا کہ جلد ہوش میں آجائے۔“

”تم جانتی ہو اس کا کیا انجام ہوگا۔“

”تم ہی بتاؤ اگر نہیں جانتی۔“

”پُروری بستی پر عذاب نازل ہوگا۔“

”وہ مسکرا کر کہہ کر کہیں لے گئے ہیں۔ طارق اور قرآن کے ساتھ تھے۔“

”مجھے معلوم ہے۔۔۔۔۔۔“

”کہہ سالتے گئے ہیں۔“

”میں نہیں جانتا۔۔۔ وہ بستی ہی سے گزر رہے تھے اس لیے۔“

سب کو اس کا طبع ہے! اور اب جتنی جگہ ممکن ہو یہاں سے چلی جاؤ۔۔۔

ورنہ اگر ہوش میں آنے کے بعد طارق نے بستی والوں کو تہارے طاعت نکالیا تو وہ اس کا کھنا ماننے پر مجبور ہو جائیں گے۔“

”میں چلی جاؤں گی۔ لیکن یہی بتا دو کہ جہاں غائب ہو گیا۔“

”اُس نے! دھڑا دھڑک کر سامنے والی پہاڑیوں کی طرف، نکلی اٹھائی تھی۔“

”تہارا بہت بہت شکریہ! میں ہمیشہ یاد رکھوں گی۔“ بستی

ہوئی وہ گاڑی میں بیٹھ گئی۔

اور گاڑی تیر کی طرف سڑک کی جانب روانہ ہوئی تھی۔!

شام وہ گھر گئی تھی کہ جڑانے کہاں پناہ لی ہوگی۔۔۔۔۔۔ جیسے ہوئے ریوالتور اُس نے ڈیش بورڈ کے ایک خانے میں رکھ کر اسے قفل کر دیا تھا۔!

گھر ڈھل۔۔۔۔۔۔ سڑک پر چلے کے بعد اُس نے گاڑی کو بڑی احتیاط

سے ایک دھلان میں آگازا نشہ دیا کیا تھا اور بالآخر اس میں کامیاب بھی ہو گئی

تھی۔۔۔ ایک مسلح جگہ کا انتخاب کر کے گاڑی وہیں روکی اور ابجین بند کر دیا۔

بچہ پر سکون نظر آرہی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اس سہجی

کامیابی پر پوری طرح یقین ہو۔!

گاڑی کو قفل کر کے دوسری جانب والی چڑھاٹے کرنے لگی

تھی۔۔۔ آنکھیں کسی ایسے دہندے کی آنکھوں سے مشابہت نظر آرہی تھیں

جو شکا کرنے نکلا ہو۔

چٹان کی انتہائی بلند دی پر سپرینچ کردہ سینے کے بل بیٹھ گئی تھی

اور کہنیوں پر زور ڈال کر آہستہ آہستہ کھسکتی ہوئی چٹان کے دوسرے

برسے کی طرف بڑھنے لگی۔!

موزج ابھی غروب نہیں ہوا تھا۔ جہاں غشی پیدا ہو گئی تھی لیکن

چٹان ابھی تک تپ رہی تھی۔

دوسرے مسکرا کر سپرینچ فرام نے نشیب میں جھانکا۔۔۔۔۔۔ دور

دور تک کوئی نہ دکھائی دیا۔ اب بار پھر اُسکی آنکھوں میں اشریوش کے آثار

اُبھر آئے۔۔۔ بڑی دیر تک اُسی حالت میں بیٹھ و حرکت پڑی رہی۔ پھر

اس طرف کی دھلان میں اُس نے کارواہ کامیابی سے کیے! اپنی جانب والی دراڑ

سے اکیلا آدمی برآمد ہوا اور وہی ایک بڑے پتھر سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔

خود کچھ نہ بولا۔ زیرِ جہد لے آئے گھوڑی رہی پھر لہری۔ یقین کرو
اگر تم نے زبان نہ کھولی تو میں تمہیں سسکا سسکا کر ماروں گی۔
"میں حکم ملا تھا کہ جس طرح بھی ممکن ہو اسٹین ککشن پہنچا دوں گی۔"
"اور تم لوگ ان کی بھرتی میں حذر اور ہوش تھے۔"
"پھر کیا کرتے جاہل خاں کو لا کارنا آسان نہیں۔ اور میں نے تو اچھی
نہیں لکھا تھا۔"

"اُن کے سر پر ضرب کیسے لگائی تھی۔"

"دارباب نے۔"

"تم دونوں یہاں کیوں رک گئے تھے۔"

"اس لئے کہ کسی طرح تمہیں بھی ککشن لے جایا جاتے۔"

"تم دو گوں کو یقین تھا کہ اس کا علم ہوتے ہی میں تعاقب کرچی۔"

خود نے اثبات میں سر کو جیش دی۔ اور ہونے ہوئے کرانے لگا۔

"ٹھیک اس وقت آپ سے آواز آئی تھی۔" وہ رہی۔

زیرِ جہد کی تھی اور بڑی پھرتی سے ایک پتھری اوٹ میں چلا گیا لگائی

تھی۔ اور پھر سے فاصلہ ہوا تھا اور گولی اسی پتھر سے گر کر کھائی ہوئی دوسری

طرف نکل گئی تھی۔

"گھسیڑ۔" کسی نے چیخ کر کہا اور دوڑتے ہوئے قدموں

کی آواز دے فضا کو جھنجھے تھی۔

پھر زبرد کے ریوڑ سے ایک شعلہ نکلا۔۔۔ ایک چیخ سنائی دی

گرجی اور اسکا شکار اور پھر لڑکھٹا ہوا نیچے چلا آیا۔

دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں معدوم ہو گئیں۔ زیرِ جہد آہستہ

آہستہ نیچے کھسک رہی تھی۔

زیرِ جہد کی آنکھوں میں پہلے ہی کسی ہلکے پھر عود کر آئی۔ تنہا
کسی قدر تیز ہو گیا۔

اسی طرح کپٹیوں کے بل کیسے ہوئے اُس نے ایک لمبا چکر لیا

اور اُس کی لامعلیٰ میں عین اُس کے سر پر جا پہنچی۔

"جیش نہ کرنا اپنی جگہ سے آ اُس نے پولسٹرے ریوڑ نکال کر اُس

کے سر کا نشانہ بنیے ہوئے کہا۔

وہ اچھل پڑا اور سدا شکار آواز کی سمت دیکھنے لگا۔

سب سے پہلے ریوڑ کی کال پر نظر پڑی ہوگی۔ یہی جس حرکت پر

رو گیا۔

پھر زیرِ جہد ایک ہی جہت میں اُس کے سامنے جا پہنچی تھی۔

"تم، احمد، ہمارے پیچھے کیوں پڑ گئی ہو؟ خود اپنا زخمی ہاتھ بائیں

ہاتھ سے دبائے ہوئے کر لیا۔ ہمیں جو حکم ملا تھا۔۔۔"

"بس۔۔۔" زیرِ جہد نے۔ مجھے اس سے کوئی سبب کار نہیں!

یہ نے صوت سے معلوم کرنا چاہا تھا کہ بابا کو کہاں لے جایا گیا ہے۔

خود متوک نکل کر رہ گیا۔

"لیکن اب اُس سے پہلے تمہیں یہ ثابت کرنا پڑے تھا کہ بابا غدار کے

مخرب ہوئے تھے۔"

"ہمیں یہی بتایا گیا تھا۔"

"یہ تو ثبوت نہ ہوا۔"

"پھر میں کیا کروں۔"

"ہی کہ ایسی کئی مہر وہ بات زبان سے نہ نکالو جس کا کوئی ثبوت

تمہارے پاس نہ ہو۔"

” میں تو کہتی ہوں کسی بہت بڑے ڈاکٹر کو دکھائیں۔۔۔ ولانت
چلے جائیں۔“

” یہ ولانت کیا ہوتی ہے۔“

” اسے دی جہاں انگریز رہتے ہیں۔“

” میرے پاس کیا ہے تو نے۔۔۔ اور یہ تک پتا نہیں کہ وہ اس وقت
ولانت کھولتی تھی جب یہاں انگریزوں کی حکومت تھی۔ اب تو سال صرف
لندن ہے۔“

” لے کر چلا آئی ہیں کہہ رہی تھی کسی بڑے ڈاکٹر کو۔“

” بس بس۔۔۔ بہت دیکھے ہیں بیمار۔۔۔ جب بھی گھر پر جاتے ہیں اسی

طرح بد کرتے ہیں۔ آجکل شاید کوئی کام دھام نہیں ہے۔“

” کل مجھ سے پوچھ رہے تھے پہلاڑ پر چلے گی۔“

” چلی جائے گی۔“

” آکیلے۔۔۔ واہ تو بھی جانے لگا تو جاؤں گی۔“

” مجھے کون پوچھتا ہے۔“

” اسے نہیں۔ کچھ رہے تھے کہ سلیمان بھی جانے لگا۔“

” مرغیا سلیمان۔۔۔“

” کیوں؟ کیوں۔“

” شاید تو شیک کہہ رہی ہے۔“

” کما شیک کہہ رہی ہوں۔“

” یہی کہ کہیں پاگل نہ ہو گئے ہوں۔۔۔ ورنہ کہاں سلیمان۔۔۔ اور کہاں پہلاڑ

۔۔۔ اس کے مقدمہ میں تو صرف مل بیٹھ چکے ہوئے ہیں۔“

” کب تک مت کر۔ کہیں تو تیار ہو جائیو۔“

” جانے دو۔۔۔ نہ اصرار کرو۔“ جوادیچے سے چیخا۔ ورنہ

میں مارے جاؤں گے۔“

” کہیں سے کوئی جواب نہیں آیا تھا۔ اور کسی نے بھی اپنی جگہ سے

جنبش کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔“

” زینز بھلی چلی گئی تھی۔ مقدمہ حاصل ہو چکا تھا۔ وہ بھی لوٹنا پانی

تھی اس کے باپ کو وہ لوگ کہاں لے گئے ہیں۔“



” خدا! اس شخص کو غارت کرے جس نے ایسے پرستہ مارا تھا! سلیمان

بچنا کر لالا۔۔۔

” تو کیوں مرا جا رہے؟“ اگرچہ چیخا۔

” وارے زندگی مذاہب بن گئی ہے۔ پچھلی رات بے خبر سو رہا تھا۔ جگا کر کہنے

لگے۔ آئے مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے پیٹ میں بے شمار گتے کے تپے مٹاؤں

مٹاؤں کر رہے ہوں۔۔۔ میں نے کہا سو جانے ریاہ گھوم رہی ہوگی۔

” کان کھینچ کر بولے کیا ریاہ شاید مٹاؤں کرتی ہے۔“

” کہیں پاگل نہ ہو جائیں! اگرچہ نے پرتشویش لے لی کہا۔“ گتے کے

کھاٹنے سے آدمی پاگل ہو جاتا ہے۔“

” ارے جا رہے خود ہی سالہ پاگل ہو گیا ہوگا کھاٹنے کے بعد۔“

” آجستہ بول سن لیا تو گروں آڑا ہو گئے۔“

” ٹیکے بھی لگ چکے ہیں۔ لیکن کسی طرح دھم ہی نہیں بھلا دماغ سے۔“

”آج کے ساتھ کسی ایسی جگہ نہیں جاسکتا جہاں جھاگ نکلے گا
راستہ بھی نہ معلوم ہو۔“
”خواہ مخواہ ٹر ٹر کئے جا رہا ہے جو کچھ میں کہہ رہی ہوں وہی تجھے کرنا
پڑے گا۔“

”کر چکا۔“

”کیسا؟۔ نہیں کرے گا۔“

”اپنا کام کر مغلز چاٹ۔“

”اتنے میں جرات کین کے دروازے پر نظر آیا تھا۔“

”اس ٹم کو بلانا۔“ اُس نے سلیمان سے کہا۔

”کیا کر رہے ہیں۔۔۔؟“

”سیٹیٹ بجانا۔۔۔۔“

”سیٹیٹ بھائی ہے ہی؟ پہلے تو کہیں ایسا نہیں ہوا۔ سلیمان نے گلخ

کی طرف دیکھ کر کہا۔

”جوزن چلا گیا تھا۔ مگر ٹا بولی جا رہا دیکھ کیا بات ہے۔ میں اندیشی

دیکھ توں گی۔“

”اب تو ڈر لگتا ہے اُن کے قریب جاتے ہوئے۔۔۔“

”کیوں خواہ مخواہ بدنام کرتا ہے۔ میں نے تو کوئی ایسی بات نہیں دیکھی

جس سے پاگل معلوم ہوں۔“

”یہی تو خرابی ہے۔ پتہ ہی نہیں چلے گا کہ کب پاگل ہو گئے۔“

”چل دیکھ جا کہ کیا کہہ رہے ہیں۔“

سلیمان اُسے جھارتا ہوا کچن سے نکلا تھا اور سینگ روم کی طرف

چل پڑا تھا، عمران آرام کر رہی پر نیم دراز نظر آیا۔

”جی۔۔۔ منہ ملانے۔۔۔“ سلیمان نے بڑے ادب سے پوچھا۔

”اُپے وہ ترے چھوٹے خال کو بھی تو کتنے کاٹا تھا۔ پھر کب

ہوا تھا۔۔۔“

”چھوٹی خال بھونکنے لگی تھیں ایک ہفتے کے بعد۔۔۔“

”خال کی پوری کو خال کہتے ہیں؟۔۔۔“

”جی ہاں۔“

”تو پھر یہاں کون بھونکے گا؟ عمران نے ملاری سے کہا۔۔۔

سلیمان سر نہ اٹھانے لگا۔

”لو رتا کیوں نہیں۔۔۔“

”میں کیا بتاؤں صاحب۔۔۔ اسی لئے کہتا تھا کہ شادی کر لیجئے!

جو جاتی بھونکنے والی جی!“

”تیری والی سے کام نہیں چلے گا۔۔۔۔۔“

”وہ کیوں بھونکے لگی۔ تجھے تو مانا نہیں کتنے۔۔۔“

”تو پھر کیا کریں۔۔۔۔۔“

”اب تو شادی بھی نہیں ہو سکتی۔۔۔۔۔“

”کیوں نہیں ہو سکتی۔۔۔۔۔“

”اپنی خوشی سے کون بھونکے پر تیار ہوگی۔؟“

”میں بھی ٹھیک کہا ہے۔ اچھا تو پھر کس بستر گول۔۔۔“

”گلاب کی مطلب۔“

”پہاڑ پر چلیں گے۔۔۔ جوزن بھی جائے گا۔ اور تو بھی اپنی فیملی سمیت۔۔۔“

”صرف میں چل سکتا ہوں، فیملی اپنی دائرہ کے ساتھ رہے گی۔“

”کیوں بھلا اس کو کہہ رہا ہے وہ بھی جائے گی۔“

” تو پھر اسی کرتے جائیے۔۔۔ میں نہیں جوں جگا۔“

” آپ کیوں شامت آئی ہے۔۔۔“

” نہیں صاحب! یادہ جائے گی یا میں جاؤں جگا۔“

” آخر کیوں۔۔۔“

” پہاڑ پر مجھے بہت عرصہ آتا ہے کہیں کسی بات پر گردن نہ مروڑوں۔“

” نہ کر مت کہ میں مڑی ہوئی گردن سیدھی کر سکتا ہوں۔“

” آخر آپ کو اس سے کیوں اتنی دلچسپی ہو گئی ہے۔۔۔“

” بڑی اچھا بھئی ہے، ہمیشہ ان میں ہاں ملاتی رہتی ہے۔“

” اچھا تو جبر! ہاں میں ہاں ملائے بہت اچھا ہے۔۔۔“

” کبھی ہوئی بات ہے۔“

” اچھی بات ہے، میں ملاؤں گا ان میں ہاں! آ سے یہیں چھوڑ چلیے۔“

” دونوں ہل کر کہیں۔ ملاؤ ہاں میں ہاں۔“

” یہ ناممکن ہے۔“

” تیری تو کھیاں ہی ہائیں گی۔“

” شوق سے یہاں کیے نکلیوں کہ مجھے کوئی اعست و اخلاص نہ ہوگا۔“

” عمران نے حوزت کو آوارہ روی۔۔۔ وہ فوراً ہی پھوٹ گیا تھا۔۔۔“

” یہ۔۔۔ عمران سلیمان کی طرف! اتنے آشکار بولا۔“ ہولڈال میں

جائے گا۔“

” میں نہیں جگا! اس۔۔۔“

” بستر کے ساتھ ہولڈال میں اسے بھی پیٹ دو۔۔۔“

” کیا تم سنجیدہ ہو! اس۔۔۔“

” کیوں کہ اس کو رہا ہے کیا تم سے مذاق کا رشتہ ہے۔“

” لیکن۔۔۔ ہولڈال میں مر جائے گا۔“

” کچھ بھی ہو۔ اسے زندہ یا مردہ پہاڑ پر ملے جانا ہے۔“

” آخر نرہی میں کیا اسکوت ہو رہی ہے۔“ سلیمان بولا۔

” میں تارے اسکو بھی۔“ عمران نے حوزت سے کہا۔

” تم سالا ہولڈال میں مارتے جگا۔“

” ہولڈال ہی۔۔۔ سلیمان نے انکھیں نکالیں۔

” ہم بولا۔ مر جائے گا۔۔۔ اس بولا مر جائے۔“

” دوسے باپ دے۔۔۔ تو گویا ٹیکے کچھ بچے اثر ہے۔“

” جی۔“ عمران نے مسکراتے انکھیں چمکائیں۔

” سلیمان اُسے پاؤں بچا کا تھا اور کپڑوں میں داخل ہو کر دروازہ بند

کر لیا تھا۔“

” کیا ہے۔ ارے کیا ہے۔“ شگرخ بوکھلا گئی۔۔۔

” سچ۔ سچ۔ سچ بچہ جی!۔۔۔“ سلیمان اُپٹا ہوا بولا۔

” کیا کب رہا ہے۔“

” حوزت سے کب رہے تھے اسے ہولڈال میں پیٹ دے۔“ زبردستی

پہاڑ پر ملے ہیں گئے۔۔۔“

” آہا رہے۔“ تھے۔۔۔ سہولے۔۔۔“ کوئی سی بات ہے، جیتہ رہی

سے ایسی آہیں کرتے آتے ہیں۔“

” اسی لئے تو کہتا ہوں کہ لاکھ برس پہتا نہیں ہل سکے گا کہ کب پاگل

ہو گئے۔“

” چل بھاٹ آدھر میں جا کر پوچھتی ہوں۔“ وہ آسے دروازے

کے سامنے سے بھاٹی ہوئی ہوئی۔“

کیا تھا۔ اور وہ ایک ایک کھسک ہی گئی تھی۔

عمران جو زوت کو آنکھ مار کر مکر لایا اور لولہ "دو دنوں ہی مجھے پاگل سمجھ گئے ہیں۔"

"آسمان دلا تمہیں بجائے اس؛ ورنہ وہ رات ایسی ہی تھی کہ اگر جیونیک بھی کاشٹلی تو تم اپنا رہتی تو ان کو نہ دیکھتے۔"

"موت کو اس کر تیار ہی ستر وچ کر۔"

"کیا تیار ہی بھی کر بی گئی۔"

"کم از کم ایک ماہ کیلئے اس تہر کو چھوڑ دینا چاہتا ہوں۔"

"یہ تو بڑی اچھی بات ہو گی باس؛ لیکن بدوا بھی کب ہو گی۔"

"آج ٹھیک چار بجے تمام کو۔"



زیندوں سے تو کسی نہ کسی طرح بھل آئی تھی۔ اور اپنی نگاہی تک بھی پہنچ گئی تھی۔ لیکن دروازہ بھی نہیں کھولنے پانی تھی کہ کسی شے پیچھے سے گردن پکڑ لی۔ وہ اچھلی تھی اور دونوں ہائی کلاڑی سے رٹا کر ایسا سارا بوجھ حمل آور پر ڈال دیا تھا۔ دونوں ہی دوسری طرف اٹ گئے وہ خود حمل آور پر پرت گری تھی اور برقی کی سی سرعت سے ٹرپ کر الگ ہو گئی تھی۔ پھر حمل آور کو اٹھنے کا موقع نہیں مل سکا تھا۔ بیٹھے ہی بیٹھے روزی جوتے کی ٹھوکر اُس کے چہرے پر دھسید گئی تھی۔

پھر اس کے دوبارہ سنبھلنے سے پہلے ہی اُس کے سینے پر سوار ہو گئی۔

کہاں جاتی ہے۔۔۔

"تو چپ رہ۔۔۔ وہ دروازہ کھول کر بھن سے نکل آئی۔

عمران اب بھی وہیں تھا۔ اُس کے اس طرح دیکھنے کے امداد سے ٹکڑھ بھی ہو کھائی۔

"کیا بات ہے۔۔۔ عمران نے اُس سے پوچھا۔

"وہ صاحب۔۔۔ جی۔۔۔ بھول لال والی بات۔۔۔"

"کچھ بھی بولے جاؤں گا مردود کو۔۔۔ کتنا ہے ٹکڑھ جانے گی وہیں نہیں جاؤں گا۔"

"۱۔۲۔ تو یہ بات ہے۔"

"لیکن اُس نے تجھ سے یہ کہا ہو گا کہیں یا گل ہو گیا ہوں۔"

"پاگل ہوں آپ کے دشمن۔ خدا کرے اُسی کی سات پختیں پاگل ہو جائیں۔"

"اکیلے جانا چاہتا ہے۔"

"آپ کا نام، مردی سے خاک ڈالنے ہم دونوں پر۔"

"ڈال دی۔ رت ہو جاؤ۔۔۔ لیکن یہاں رہنا۔۔۔ اُس مردود کو بھی ساتھ لے جانا۔"

"بڑے سسرکار ناز میں۔ ہوں کہیں۔۔۔"

"مجھ میں کیا بات۔۔۔ جوتن۔۔۔ ان دونوں کو حور آنکھیں باہر کر دیا۔"

"ارے نہیں صاحب۔۔۔ ٹکڑھ جھگڑائی۔"

"میاں چور کہ اکیلے گھر میں نہیں رہے دونوں کا۔ دینا کیا سمجھ گئی۔"

"جی۔۔۔ ٹکڑھ کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔"

جوتن نے عمران کی آنکھ ہٹا کر کل رات کو وہاں سے چلے جانے کا امداد

دو دنوں میں کادو کا ہوا اور اس کی ناک پر پڑ رہا تھا اور اس کے منہ سے
گٹھ گٹھ سی پیٹیں نکل رہی تھیں۔۔۔

ذرا ہی سی دیر میں وہ نے جس وحشت برنگیا۔۔۔

زہینہ اُس کے پر لٹرے سے بھی پر ہوا پر نکال آیا اور کار تو سوں کی بیچ مانی
کر دی۔۔۔

مشائے طارق نے بستی والوں کو ڈرا دھکا کر اُس کے غلات اپنی مدد
کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔ اس نے اب یہاں سے بھل بی بیٹے میں عافیت تھی۔
دیکھ وہ منہ بھی حاصل ہو گیا تھا جس کیسے اُس سے یہ ساری گد و دل تھی۔
گٹھ گٹھ میں بیٹھی۔ بجن اسٹارٹ کیا اور اُٹھو راستے پر چل پڑی۔
دفعۃً اُس نے کسی کی وارستگی تھی۔

”شہر۔۔۔ شہر ماؤ۔۔۔ حد کیلئے۔۔۔ نہ ہو۔۔۔ مجھے بھی لین چلو۔۔۔“
اُس نے پلٹ کر دیکھا۔ تہوہ مانے کا مالک گاڑی کے پیچھے دوڑا آ رہا تھا۔
زہینہ نے ریک لگا کر اور کہا۔ ”جلدی کرو۔۔۔“
وہ دروازہ کھول کر بھی سیٹ پر گر گیا اور گاڑی بھر چل پڑی۔
بڑی طرح باتیں ہا تھا۔ گاڑی سسرک پر پہنچ گئی تھی۔ سواری دیر
بعد تہوہ مانے کا مالک ہوا۔ ”طارق کو کچھ پریشہ ہو گیا تھا۔“

”وہ لوگ بے وقت نہیں ہیں۔“

”ایسی صورت میں میرا دل شہر کا خطرے سے خالی نہ ہوتا۔“

”تم نے مناسب قدم اٹھا لیا ہے۔“

”وہ بستی والوں کو تہا سے غلات اُکسانے کا کام اب ہو گیا ہے۔“

”ہاں، اُسوں نے مجھے تعمیر کرنے کی کوشش کی تھی۔“

”اب کہاں جاؤ گی۔“

”جہاں باا کو لے جایا گیا ہے۔“

”کیا معلوم ہو گئی وہ جگہ۔“

”ہاں، میں اور جوادی کاس میں آئی تھی۔۔۔ آسان لے ہا تھا گیا۔“

”بھر کیا ہوا کیا تم نے اُسے مار ڈالا۔“

”خوہ خواہ زندہ کیوں سے نہیں کیلیں۔۔۔ اگر۔۔۔ ہتا تو یقیناً مار ڈالتی۔“

”کیاں لے گئے ہیں۔“

”کچکبٹاں۔“

”اور تم وہاں جاؤ گی۔۔۔ وہ منظر باند انداز میں بول۔

”یعنی مدد پہنچ سکی۔“

”وہ تو ان کا علاقہ ہے۔“

”اب اچھی طرح سوچ کر کوئی قدم اٹھانا۔“

”سوچنے کیجئے کد ت گذر گیا۔ اگر باا کو کوئی نقصان پہنچ گیا تو کیا کرؤ گی۔“

”کیا وہ اُسے مار ڈالیں گے۔“

”مدد مانے، لیکن کیا تم نے سنا تھا۔ اُن پر غذا ریک کا الزام ہے

جو کسی طرح بھی ممکن نہیں۔۔۔ باا بیت کھرے آ رہی ہیں۔“

”ت سترہ ایکے ہوئی تھی۔“

”مجھے تعین کا علم نہیں۔۔۔ زہینہ نے کہا اور سختی سے منہ پھینچ لئے

”ویسے تم خود اپنی حالت سے اندازہ لگاؤ۔ اگر وہاں رکتے تو محض شے کے

بنا پر وہ لوگ تہا کی چٹو بنا دیتے۔“

”پتا نہیں اس نظم کا خازن کب جڑ گا۔“

”جب تک مظلوموں کی عیبت نہیں مانگے گی۔“

”لیکن مسیری ات بھی مان لو۔ ایک دم سے کچکبٹاں کی طرف نہ جاؤ۔“

”میں بھی سمجھتی ہوں کہ یہ لا حاصل ہو گا۔ لیکن دیر ہو جانے پر کہیں وہ دیا

کو مار نہ ڈالیں۔ ۱۰

”میں یہ کبھی نہ چاہوں گا۔ احسان سند عورت گستاخ نہیں ہوں تمہارے ہاں کے کھ پر شے احسانات رہی۔ ۱۰

”میں آن کا جیوش نہیں چاہتی۔ ۱۰

”مجھے غلط نہ سمجھو نہ دینے۔ ۱۰

”سمجھ کر کا کہنا چاہتے ہو۔ ۱۰

”خود کو ہلاکت میں ڈالنے سے پہلے۔ جی طرح مریج سمجھ لو۔ تمہارے بابا اہم آدمی ہیں۔ اس لئے میرا خیال ہے کہ وہ زندہ رکھے جائیں گے۔ ہمارا ڈانٹا مقصود ہوتا تو یہ واردات تمہارے ٹھکانے میں پر ہوجاتی۔ کہناں کیوں لے جائے جاتے۔ ۱۰

”ہاں۔ یہ بات تو دل کو لگتی ہے۔ ۱۰

”اسی لئے کہہ رہا ہوں کہ تمہارے دماغ سے سوچنے کی ضرورت ہے۔ نہ جہ کہ نہ بولی۔ ۱۰

”تم تپڑی لکھی لڑکی ہو۔ اور جابر خان نے تمہیں دوسرے ملکوں پر تعلیم دیوائی ہے۔ لہذا تمہیں جہالت سے کام لینا چاہیئے۔ ۱۰

”شکریہ مہر خان۔ تمہاری باتیں تو بن بزر ہیں۔ ۱۰

”سیکھ سوال تو ہے کہ کئی احوال کہاں باؤ گئی۔ مگر واپس خطرے سے خالی نہ ہوگی۔ اور۔۔۔ ۱۰

”یہ سنکر رہو۔۔۔ ۱۰

”میر کہاں جاؤ گی۔ ۱۰

”کتنی ایسے ٹھکانے ہیں جن کا علم میرے علاوہ اور کسی کو نہیں۔ ۱۰

”کاش کہ مجھے معلوم ہو سکے۔ مہر خان نے تھنڈی سانس سے کہہ

”مہر جابر خان سے کوئی نامور سسر رو ہوئے۔ ۱۰

”میر نے کتنی سے بوٹ ڈھینچے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے دل پر چیر کر کے خود کو اپنا جیال سے مار ڈھنکے کی کوشش کر رہی ہو۔ ۱۰

”مہر خان نے تھنڈی دیر بعد پھر دی دگر چیر دیا۔ اور نہ بولی۔ میں نے کہہ دیا کہ مجھے تفصیل کا علم نہیں ہے۔ ۱۰

”بڑی عجیب بات ہے۔ ۱۰

”میر جیال ہے جابر خان نے تم سے کبھی کوئی بات نہیں چھپائی۔ ۱۰

”ہو سکتا ہے یہ کتنی ایسی بات ہو جس کا ذکر کرنے کا، غصوں کو توجہ ہی نہ دلا ہو۔ ۱۰

”تم جانتی ہو کہ میں جابر خان کے بچپن کے ساتھیوں میں سے ہوں اس لئے میرا حال میرا اس کا ساتھ دوں گا۔ ۱۰

”میں تمہاری ہنسکو ہوں مہر خان۔ اگر تم مجھے آن دولوں کی موجودگی سے باخبر نہ کہ دیتے تو میں کچھ بھی نہ معلوم کر سکتی۔ ۱۰

”میر شخص تھا رینو۔ مسید امر میں تھا۔ اگر مجھے اصل معاملے کا علم ہو جائے تو شاید اس مسئلے میں بھی کچھ کر سکتی۔ آخر فزاری کا الزام کیوں عائد کیا گیا ہے۔ ۱۰

”تم خود سوچو۔ وہ آکر کت لوبی بد میری کچھ میں تو نہیں آ رہا۔ ۱۰

”اندھرا پیلے کا تھا ایک لڑکا اس نے اپنی گاڑی پھر شیش میں آکر دی۔ ۱۰

”یہاں چاروں طرف اُدھی بھی چٹانیں بکھری ہوئی تھیں اور راستہ بچھ ڈھوا رنگارنگ تھا۔ ۱۰

”یہاں کس طرح چن ڈی گاڑی۔ ۱۰ مہر خان نے حیرت سے کہا تھا۔ ۱۰

”بس رکھتے جاؤ! میں مرث توڑی روٹیاں ہی نہیں کھاؤں گی۔“
 زینر نے ہنس کر کہا۔

تھوڑی دیر بعد اُس نے ایک پستلی دروازے کے قریب کھڑی رکھ
 تھی۔۔۔

خامو اندھیرا پھیل گیا تھا۔ اُس نے دُشیں بورڈ کے ملنے سے
 مارچ نکالی تھی۔

”رت میں سفید جاری رکھنا مناسب نہ تھا۔“ اُس نے کہا۔ یہاں
 کھڑی بھی دوسروں سے پوشیدہ رہے گی اور ہم بھی محفوظ رہیں گے۔
 ”خدا کرے ایسا ہی ہو۔“ شرفان بولا۔

”تمہارے لیے یہی مایوسی ہے۔“

”میں کیا کروں۔ اچھی طرح جانتا ہوں کہ منظم ڈھلنے والے شیطانی
 قوتوں کے مالک جو تھے ہیں۔“

”اُدھ! وہ ہنکر بولی، یہاں بچاس بھی آجائیں تو میں تمہاری اُن پر
 بھاری پھروں گی۔“

”یہ بھی جانتا ہوں کہ تم بہت دلیر اور کڑی ہو۔“

زینر نے دروازے میں مارچ کی روشنی ڈالی تھی اور شرفان سے اُس میں
 داخل ہو کر آگے بڑھنے کو کہا تھا۔ خود عقب سے مارچ کی روشنی ڈال کر رست
 دکھائی رہی تھی۔

دراز کا اختتام ایک بہت بڑے عمارت پر تھا۔

”یہ جگہ شکار یوں کو بھی نہیں معلوم۔“ زینر نے کہا۔

”تمہاری دریافت ہے۔“

”نہیں بابا کی۔۔۔“

”تو ہم یہاں رات گزاریں گے۔“ شرفان نے پوچھا۔

”منکر کرو۔“ لوٹنے کے تکار کے واسطے یہاں واقعہ گزرتا ہے
 یہاں سے مرث کی بہتری جیسے یہاں موجود ہیں۔ ملانے کیلئے
 لکڑیاں۔ کمبل اور موٹی تھیں وغیرہ۔

”کہا ہے پتے کو بھی کچھ ہے یا نہیں۔“

”میسری گاڑی کی ڈگڑی میں سب کچھ موجود ہے! اُس کی طرف سے
 بھی بے منکر ہو۔“ پتے انتظار کے ساتھ روانہ ہوئی تھی۔

تھوڑی دیر بعد غار میں الاڑکی سرخ رو سے پھیل ہوئی تھی۔
 اور وہ دونوں آگ کے قریب بیٹھے کالی رہے تھے۔

”تمہیں کیسی چیز سے بھی خوف نہیں معلوم ہوتا زینر۔“ شرفان نے
 پوچھا۔

”مرث خدا سے ڈرتی ہوں قربا۔“

”بڑی خوشی ہوئی ہے کہ ابہر تعلیم حاصل کر کے کے موجود بھی تم ہے
 میں نہیں پوچھتا۔“

وہ کچھ بولی۔ اک ڈھیلے مٹتی ہوئی لکڑی پر گھورتی رہی۔

شرفان نے تھوڑی دیر بعد کہا۔ اب میرا شمار بھی عذاروں میں ہو گا۔

”بس کرو۔“ وہ ناخوشگوار لہجے میں بولی۔ ”اِس لفظ کو سننے سننے
 کان پک گئے ہیں۔“

میسرہ عقیدے کے مطابق وہاں سے انحراف اور وطن
 دشمنی کے علاوہ اور کوئی دلیل عذار نہیں کہلا جا سکتا۔

”یہ تو شیک ہے۔“ لم۔ رگو۔ خان۔“

”خان قرآنو خانہ دطن ہے اور نہ خدا۔“

”یہ تم ہی کہہ سکتی ہو جس نے مسدہجوں کے ملک میں تعلیم حاصل کی ہے۔“

”کوٹری توڑ دیتا ہے۔“
 ”دیکھو گی! کتنا خطرناک ہے۔“
 ”اُس سے دور ہی رہنا۔۔۔ کم از کم میری ایک بات تو مان لو۔“
 ”اچھا ٹھہرا۔۔۔“



اب قوجوزف بھی سسرال میں کانسٹنٹنوپول گیا تھا۔ اُس کی دانست
 میں یہ سفر بڑی دیر طویل ہوا تھا لیکن سامنے آئی ایک بہت بڑی گاڑی
 جس میں ضروریات زندگی کی ہر شے موجود تھی۔
 دولہا بستر تھے۔ ایک چھوٹا سا کین۔۔۔ ایک منظر سا باغ و روم۔
 دیواروں پر مختلف نسلوں کے کتوں کی تصویریں آویزاں تھیں۔۔۔
 یہ گاڑی بھی پہلی بار قوجوزف کی نظروں سے گزری تھی۔
 ”اگر وہ دونوں بھی ملتے ہاں۔ تو کیا ہوتا؟“ قوجوزف نے عمران سے
 پوچھا تھا۔ اس گاڑی میں تو گدارہ ممکن نہ ہوتا۔“
 ”تب پھر اور کئی صورت ہوتی۔“
 ”لیکن یہ گاڑی۔۔۔ کیا یہ پاڑی راستوں پر آسانی سے چل سکے گی؟“
 ”سائیکو جسٹس کی گاڑی پر اسے چل سکتی ہیں۔“
 ”لیکن باس۔۔۔ یہ کتوں کی تصویریں۔۔۔؟“
 ”مجھے یاد دلاتی رہی گی کہ سسرال میں غرض و غالت کیا ہے۔“
 ”وہ تو میں بھی کر سکتا تھا۔“

”اجداد سے ملی آنے والی لایینی رسوم کو دین نہ بنانا ٹھہرا! اب ہم
 اب ہمارا اصل حاکم خان قرار دیا گیا ہے کہ اُس کی اطاعت ہم پر واجب و
 لازم ہو۔“ مسٹر ابا صرت اُس کے لازم میں۔ اسی خدات کے
 عیوض تنخواہ حاصل کرتے ہیں۔۔۔ خان قزاقو خاں پر احسان نہیں کرتا۔“
 ”سسرالوں کی اطاعت صدیوں سے لازم چلی آ رہی ہے۔“
 ”اب وہ بھی کسی اور کو جواب دہ ہے اس لئے اُس کی برتری ختم
 ہو چکی ہے۔ اصل حاکم وہ سسرال کی انسر ہے جس کے تحت
 قزاقو خاں نظام چل رہا ہے۔“
 ”خان کو اُس کی حمایت حاصل ہے۔“
 ”ہوا کرے۔۔۔ وہ سسرال کی انسر بھی کسی اور کو جواب دہ ہے۔“
 ”بہر حال خان کو اُس کی حمایت حاصل ہونے کا وجہ سے تمہارے یا
 کی آواز قرار دیا جائے! ہاں نہیں یہہر پچھلے گی۔“
 ”دیکھا جائے گا۔“ میں خان سے ڈرتی ہوں اور اُس کے سسرال
 کتوں سے۔“
 ”ہم دھم پر دم کرے۔“ عمران بخیرالہ جوتی آواز میں بولا۔
 ”حم کر دے اس قیتے کو۔۔۔ بتاؤ کہ دارا اب سے عام طور پر کہاں
 مذکور ہو سکتی ہے۔“
 ”وہ ایسا سسرال کی کتا ہے جو ہمیشہ گشت پر رہتا ہے۔ کوئی
 مخصوص ٹھکانا نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے جابرا خان کو کبکٹاں پہنچا کر
 پھر کسی قیم پر لٹک گیا ہو۔“
 ”میں نے اسے آج تک نہیں دیکھا! صرت نام سننے ہی ہوں۔“
 ”بجود خطرناک آدمی ہے۔ اُس کا ایک گھوڑا مضبوط سے مضبوط

” تو پھر ہر شے کے ساتھ اپنی تقریریں لگا دے۔“

” مجھے بڑی شورش ہو جاتی ہے اس۔۔۔۔۔ ۱۰۔۔۔۔۔“

” کبھی سبیلے میں۔۔۔۔۔ ۱۱۔۔۔۔۔“

” تم نے انجکشن لئے بھی تھے یا حق کر کر ہی رہ گئے تھے؟“

” یعنی تو بھی یہی سوچ رہا ہے کہ مسیحا داغ چل گیا ہے۔“

” حق نہیں اس۔۔۔۔۔ لیکن۔۔۔۔۔ ۱۲۔۔۔۔۔“

” جو اس بسد۔۔۔۔۔ میں بالکل ٹھیک ہوں۔۔۔۔۔ ۱۳۔۔۔۔۔“

” خدا کرے ایسا ہی ہو۔۔۔۔۔ جرات سر جھکا کر ختم آواز میں بولا

تھا اور عمران آگے ٹھوڑے لگا تھا۔

بہر حال سفر شروع ہوا تھا اور وہ دونوں باری باری سے ڈرائیو کرتے رہتے۔

دن بھر سفر جاری رہتا اور سب شام کوئی مناسب سی جگہ تلاش

کر کے شب بستی کی سہولت باری باری سے سوتے اور گاڑی کی رکھائی

کرتے۔۔۔۔۔

آج ایسی ہی دوسری شام تھی۔ اور وہ اکیلے ایسی جگہ رُکے تھے

جہاں دور دور تک نام کو بھی سبزہ نہیں تھا۔ چاروں طرف بھوری

سنگلاں چٹانیں بھری ہوئی تھیں۔

” یہاں تو خاصی سردی ہے اس۔۔۔۔۔ جرات نے کہا

” اہ! ادھر کی راہیں گر گئیں یہاں بھی بیت سرد ہو رہی ہیں۔۔۔۔۔ ۱۴۔۔۔۔۔“

” کچھ عجیب سا احساس ہو رہا ہے؟“

” کبھی شامی نہ سرد رہتا کرتا۔۔۔۔۔ جلدی سے کافی کیلئے پانی رکھ رہا۔

” میرا مطلب تھا کہ موائوں میں بارود کی بر محسوس ہوتی ہے؟“

” ہوتی ہوگی۔۔۔۔۔ عمران نے لاپرواہی سے تانوں کو جنبش دی۔۔۔۔۔

رات اندھیری نہیں تھی۔ دوسری کا چاند پوری آب و تاب کے ساتھ

لہکاؤ مٹور کھٹے ہوئے تھا۔ چاندنی اور سناٹے کا یہ پہلا سرد اور متزلزل

بہت دقت اور دیکھنے کو ملا تھا۔

” ایسے ہی مواقع پر بدل چاہتا ہے اس۔۔۔۔۔ جرات ٹھنڈی سانس لیکر

بولا۔۔۔۔۔ بیدار جائیں اور میں اپنے دلوں کو آڑ جاؤں؟“

” پر دل کے بھر بھی تجھے ڈر اسکا ہوں۔۔۔۔۔ ۱۵۔۔۔۔۔“

” سچ اس۔۔۔۔۔ یقین کرو۔۔۔۔۔ جرات بھرتی ہوئی آواز میں کہا۔

” میں نے تجھے بجز یہ تو نہیں بند کر سکتا۔۔۔۔۔ ۱۶۔۔۔۔۔“

” میں کب کہتا ہوں۔۔۔۔۔ لیکن تم باری قربانی تو موت ہی کا پیغام ہوگی؟“

” زیادہ سنیٹیں منگے ہونے کی ضرورت نہیں۔۔۔۔۔ ۱۷۔۔۔۔۔“

” کبھی سیکر دیں گا یہی کوئی کام نکال لو اس۔۔۔۔۔ ابھی تک تو رہتے ہو۔۔۔۔۔

” اہ! یہ ممکن ہے۔۔۔۔۔ مسیری خواہش بھی ہے کہ اس نر لہجے کے کچھ

حالک دیکھوں۔۔۔۔۔ ۱۸۔۔۔۔۔“

” تو پھر جلدی سے کوئی پروگرام بنا ڈالو اس۔۔۔۔۔ ۱۹۔۔۔۔۔“

” تجھے کتنا جی آتا ہے۔۔۔۔۔ عمران نے سو سوہنے بولنے کیلئے سوال کیا۔

” اپنی زبان میں مرث جنگی ترانے گا سکتا ہوں۔۔۔۔۔ ۲۰۔۔۔۔۔“

” جیل سنا دے کوئی۔۔۔۔۔ ۲۱۔۔۔۔۔“

” اودھ۔۔۔۔۔ اس وقت تو مشکل ہے! چاند کی دوسری ہے آج۔۔۔۔۔ ۲۲۔۔۔۔۔“

” اس سے کہا ہوتا ہے۔۔۔۔۔ ۲۳۔۔۔۔۔“

” میٹر نقد کی لال چکا ڈریش میں آجائے گی۔۔۔۔۔ ۲۴۔۔۔۔۔“

” آجائے دے۔۔۔۔۔ میں دیکھوں گا کہ طہر کے عام میں وہ کسی لگی ہے۔۔۔۔۔ ۲۵۔۔۔۔۔“

”خود میں مری گئی نہ جاؤں۔۔۔“

”اے لال چنگاڑ کے طیش میں آنے کی وجہ سے۔۔۔؟“

”اے لال باس۔۔۔“

”رتب تو مجھے مری جا چاہیے کہ لال چنگاڑ سے بھی کروڑ پڑتا ہے۔۔۔“

”وہ جتن کی بات ہے۔۔۔“

”اور تو اسے اپنی نقد یہ مہلتے پھر رہا ہے۔۔۔“

”مجھ مری ہے باس۔۔۔“

”اس مجھ مری سے فائدہ کیوں نہیں اٹھاتا۔۔۔“

”کیجیے باس۔۔۔“

”اے اسی جہنم کی آگ پر روشیاں بیٹھ لیا کر تیل ہی کی بجٹ ہو جائیگی۔۔۔“

”جو رفت خود مسٹر دہسی خسی کے ساتھ لہ لہا تھا۔۔۔ بات میں بات

کھانے سے کام نہیں ملتا۔۔۔ لال چنگاڑ حملہ آور ہوتی ہے۔۔۔“

”خدا کے لئے اب ختم کر یہ قیصہ۔۔۔“

”جو رفت ٹھوڑی دیر خاموش رہ کر لہ لہا تھا۔۔۔ ان راستوں پر رہنری

خفروں ہوتی ہوگی۔۔۔“

”رہنری تو نہیں ہوتی۔۔۔ لیکن دشمنیوں کی بنا پر قتل مزہد ہوتے ہیں۔۔۔“

”اے لال میں نے سنا ہے کہ ان اطراف میں انتقام کے صدیوں پرانے

اوصار بھی چمکاتے جاتے ہیں۔۔۔“

”یہ بات ہے۔۔۔“

”کیا تمہارے پیغمبر کا پیام یہاں تک پہنچا۔۔۔“

”پیام پہنچا ہے والوں کو زیادہ تر اپنی پُر جا کر ان کے منکر رہتی ہے اس

لئے وہ صرف، مختلف ہی مسائل پر ایک دوسرے کو ٹکراتے رہتے ہیں۔۔۔“

”بجایہ آدمی۔۔۔ جو رفت نے ٹھنڈی سانس لی، کسی طرح بھی نہیں

سکھ سکتا۔۔۔ اب یہی دیکھو اس۔۔۔ لہو کا بیرون مانے کے بعد مجھے

ایسے قہقہے ترہات سے بچھا خیر ایلایا جائے تھا ایسی ایسا ٹھنڈی

اُس سے گوشت اور سرشارب کی مخالفت کی کس نیکن۔۔۔ میں۔۔۔ لیکن میں۔۔۔“

”اچانک جو رفت دڑتی مار مار کر رونے لگا۔۔۔“

”اے اے امانت۔۔۔ کیا ساتویں بول بھی چڑھا گیا ہے۔۔۔“

”حم۔۔۔ میں۔۔۔ سیریس چوں باس۔۔۔ جو رفت روتا ہوا بولا۔۔۔“

”یعنی تو نے ساتویں بول میں اتھ میں لگایا۔۔۔“

”ہرگز نہیں باس۔۔۔ آج تو صرف چار ہی بول ہی ہیں۔۔۔ جو رفت نے کہا

اور پستور دوتا رہا۔۔۔“

”جب تو تشویش کی بات ہے۔۔۔“

”میں بہت گنہگار ہوں باس۔۔۔ لیکن آخر اُس نے میں سرشارب کتنے

کرنے کی عقل کیوں عطا کی تھی۔۔۔“

”اور پھر کربان کیوں پیدا کی تھیں۔۔۔“ عراں نے کہا۔

”تم خود سوچو باس۔۔۔“

”اے اب چپ رہتے یا عماروں دو بار اٹھ۔۔۔“

”میسری مجھ میں نہیں آتا کیا کروں۔۔۔“

”گوشت اور سرشارب بھی، استعمال کے عا اور خدا بھی کہئے۔۔۔“

”لیکن کیا یہ عقل نہی کی بات ہے۔۔۔“

”اور تو مجھ سے اس طرح پوچھ رہا ہے جیسے چھ تو میں میسری پیٹ

میں اٹھ گیا کی کہوں۔۔۔“

”نہیں تم مجھے بتاؤ۔۔۔“

”بلدی سے پانچویں کھول لے۔۔۔ وہ اب میں بھی رو پڑوں گا۔“

”اے میں کیا کروں۔“

”اب تک کے گناہوں سے توبہ کر اور پانچویں بوتل کھول لے۔۔ پانچویں کے بعد پھر توبہ کر مجھ کو۔“

”اے کچھ کہیں نہیں آتا۔“

”پانچویں بوتل کے بغیر نہیں آئے گا کہیں۔“

”سانہ تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔۔۔ پتہ بغیر ڈھنگ کی کوئی بات سوچ ہی نہیں سکتا۔“

”پہنستا رہ اور سوچتا رہ کہ تجھے ہاں آخر شراب ترک کرنی ہے۔۔۔“

”تم معتلندوں کے سہارا پر باس۔“

”سہارا پر غفلتوں والے کہیں بیروں کے ہو کرتے ہیں۔“

”میں نہیں سمجھا۔“

”اپنی طرف کی چیمیز ہے تیری کہیں نہیں آئے گی۔“

”تم خارش کیوں نہیں کرتے باس۔“

”اے۔۔۔ دوتے دوتے سہری شادی کیوں سوچ رہی تھی۔“

”اس غم میں بھی ایک آدھ بوتل روزانہ پینی پڑتی ہے۔“

”مران کچھ کہنے ہی والا تھا کہ اچانک دوسرے مساتروں کی آوازیں آئیں۔۔۔ اور جوزف کی گریہ زاری میں بھی بریک لگ گیا۔“

”مجھ کوئی مساترہ ہونے لگی اور اس بار مران نے صحت نہا بھی تعین کر لیا تھا۔“

”کیا میرا ہے اس۔“

”جوتا ہی رہتا ہے کچھ۔ کچھ منکرمات کرو۔“

”مجہ واقفوں کی ریچ ہے ماہر نہ جوئے آواز کا ن صلیب کا پتا ہے؟“

”گٹھڑی میں بیٹو۔ شیشہ چڑھا دو اور دو واڑوں کو مقفل کرو۔“

”واقفل کی کوئیوں سے محفوظ ہو جاؤ گے۔ گٹھڑی بلٹ پروف ہے۔ البتہ اگر کوئی گولی کسی مارے آکر لائی تو یہ نشان ہوگی۔ کیونکہ ٹارگٹ ہر دوت نہیں بی۔“

”مجھ وہ دوتوں گٹھڑی کے اندر آجائے تھے۔ اور جوزف نے کہا تھا۔“

”کیوں نہ آجے چلیں باس۔“

”نہیں۔۔۔ میں نہیں ٹھہرو۔“

”مساتروں کی آوازیں تھوڑے تھوڑے وقفے سے اب بھی آ رہی تھیں۔ ایسا معلوم ہوا تھا جیسے دوپڑیاں ایک دوسرے کو گھیرنے کی کوشش کر رہی ہوں۔“

”جوزف نے مجھ سامنے کھول کر جا ہی لی اور بولا، ”تو مجھ کھولوں“

”پانچویں بوتل باس۔“

”ہرگز نہیں۔۔۔ بند گٹھڑی کے اندر اگر تو نے بوتل کھولی تو یہ اس کی توجہ سے جیوٹ ہو جاؤں گا۔“

”تو مجھ میں ڈاہر تکلیں ہاؤں۔“

”کیوں شامت آتی ہے۔۔۔ چپکا بیٹھارہ۔۔۔ ان طران میں پہلی بار آیا ہوں۔۔۔ راستوں کا بھی علم نہیں ہے۔“

”کچھ دیر بعد مجھ پر سناٹا چھا گیا تھا، اور اُنہوں نے گٹھڑی کے شیشے کو گرا دیئے تھے۔۔۔ سرور پڑ رہی تھی۔۔۔ لیکن جوزف اس کے باوجود

یہی ہوئی سنبھال کر گاڑی سے نکل گیا :-

دو ہمار گھوٹ بل لینے کے بعد اس نے کھڑکی میں سسر ڈال کر کہا تھا :- "مفتہ زکی لال چنگاڑ کی ایسی کی تھی ۔ میں نہیں ضرور رساؤں گا نہ جڑ ۔۔۔ یہ اس وقت حکایا جاتا ہے جب ہم دشمنوں پر اس لئے حملہ کرتے ہیں کہ ان کے مویشی چھین لائیں ۔"

پھر اس نے بوتل پر زین پر رکھ دی تھی اور گاڑی پر تھاپ دے دے کر گھلا بھاڑنے لگا تھا ۔

عمران حدیث سے آنکھیں پھاڑے اسے دیکھتا ہوا ؛ بالکل ایسا ہی لگ رہا تھا جیسے جوزف پر دیوانچی فاری ہو گئی ہو :-

"بس یا اور ۔۔۔ جوزف کچھ دیر بعد بولا تھا ۔

"بس ۔۔۔ عمران ! تھوڑا تھوڑا کر دلاؤ ۔" مجھے ایسا محسوس ہوا ہے جیسے میکینٹن پر لنگوٹی کے علاوہ اور کچھ بات نہ بچا ہو ۔۔۔"

جوزف نے مودعہ پر آکر قہقہہ لگا دیا تھا اور بوس آٹھا کر دھوٹ لئے تھے ؛

"کھانا بھی کھائے گا یا نہیں ۔۔۔"

"تم کھاؤ اس مجھے بھوک نہیں ہے ۔۔۔"

"معدہ برسٹ ہو جائے گا کسی دن ۔۔۔"

"وہ دن بھی تو آئے ۔ تمہاری مددگی ہی میں مر جا رہا ہوں ۔ جوزف نے کہا ۔

اس کے بعد اس نے پھر شنگنا سسر دے کر دیا تھا ۔

رات سکون کے ساتھ گزری تھی ۔ دو بارہ تاثر نہیں سنائی دیئے تھے ۔ دوسری صبح عمران نے جوزف سے کہا :- "ڈیو کی عذائے میرا حاضر ہر بارہ کر دیا ہے ۔۔۔ اس لئے آواز گزشتہ کے لئے تیار ضروری ہو گیا ہے ؛

"مجھے یقین نہیں ہے کہ ان پہاڑوں میں شکار مل سکے ۔۔۔ اور تم گیدڑ کا گوشت تو کھاسے سے رہے ۔۔۔ حالانکہ گیدڑ کے اسٹرو کا جواب نہیں ہوتا" ۔

"جب ۔۔۔ کیوں کہ اس کرآ ہے ۔" عمران مر اسامہ بنا کر بولا "تھے یہیں تک کہ گاڑی کی ٹنگری کرتی ہے ۔۔۔ میں اس پاس دیکھتا ہوں شاہ کوئی پہاڑی بکر لے گا ۔۔۔ ان اطراف میں غنا ہے ۔"

"پھر ماٹ کر کرے زندہ نہیں دے سکتے ۔۔۔"

"یہ بھی ٹھیک ہے ۔۔۔" عمران سسر بھاڑ کر بولا ۔

"لیکن یہاں بیکور ضرور ہوں گے ۔۔۔ جوزف نے کچھ سوچتے ہوئے کہا ۔

"کچھ ۔ کچھ تو براہی جا ہیے ۔" عمران نے گاڑی کے ایک خانے سے اغشاریہ دو دو کی راتقل نکلانے ہوئے کہا ۔

"تمہاری مرضی ۔۔۔ دیکھو ۔۔۔"

عمران انہیں جانب چل پڑا تھا ۔ دراصل اس کا رخ کسی طرف تھا جو درجے رات کو تاثر ڈال کی آواز آئی تھیں ۔۔۔ یہ بھی ممکن تھا کہ وہاں کسی قسم کا شکار ہو ۔۔۔

زمین میں ایسے نشانات قائم کرتا ہوا کہ تاجن کی مدد سے دوبارہ گاڑی تک پہنچ سکتا ۔

بڑی بے ہنگم چٹائی تھیں ۔ ان کے درمیان راستے کی تلاش میں خاصی دشواری پیش آرہی تھی ۔ کچھ دور چل کر وہ ٹوک گیا ، سوچ رہا تھا کہ کہیں واپسی میں ہنگامی نہ مانے ۔ روانگی سے پہلے اندازہ نہیں تھا کہ کتنے سیم کی چٹانوں سے ساتھ پڑے گا ۔

واپسی کے لئے پٹا ہی تھا کہ عقب سے آواز آئی ۔ راتقل زمین پر ڈال دو ۔۔۔ درد چھلن ہو جائے گا ۔۔۔"

یہ مقامی زبان میں کہا گیا تھا جسے عمران سمجھتا بھی تھا اور روانی سے
بول بھی سکتا تھا۔

اُس نے چپ چاپ راقصہ کی طرف ڈال دی۔۔۔

”آپ ابھر رہے۔۔۔ اُتار دے۔۔۔ اُتار دے۔۔۔“

عمران نے تفصیل کی تھی اور احقرانہ انداز میں ہلکی ہلکی باتیں کہیں: ایک
لڑکی جین اور جیکٹ میں ملبوس رہا اور تانے کھڑی نظر آتی تھی۔

”تم میں سے کسی کو بھی زندہ نہیں چھوڑوں گی۔۔۔ اُس سے کہا اور عمران
نے اُس کی آنکھوں میں ایسے ہی عزم کی جھلکیاں دیکھیں۔۔۔ اور پھر صراحت تیار ہو گیا۔
فن اثر ہوا تھا۔۔۔ اور وہ ڈھلان میں لڑکھٹا چلا گیا تھا۔۔۔ لڑکی واپسی
کے لئے مڑی۔

”ارے ٹھہرو! یہ ایسا گولی تو بچے جاؤ۔۔۔“ نیچے سے عمران نے کہا۔

وہ اُچھل پڑی۔ عمران قہقہے لگا کر آجوا ڈھلان پر چڑھ رہا تھا۔

لڑکی نے پھر ناز ہو کر مارا۔۔۔ پے قدم پے کئی ناز کیے تھے۔۔۔

پھر ناز پر وہ اسی طرح اچھلا تھا جیسے گولی نشانے پر بیٹھی ہو۔ اور
پورے پانچ ناز گن لینے کے بعد لہا لہا ہٹ چکا تھا۔

لڑکی آہستہ آہستہ چلتی ہوئی اُس کے قریب آئی۔۔۔ اور جھک کر اُسکی
راقصہ مٹھائی دی تھی کہ عمران نے ہاتھ پکڑ لیا۔

”مرد سے کالیاں مہم نہیں ہو گا۔“ اُس نے آہستہ سے کہا۔

اور لڑکی نے بائیں ہاتھ سے رول اور کا دستہ اُس کے سر پر مائینے
کی کوشش کی لیکن وہ ہاتھ بھی پکڑ لیا گیا۔

پھر وہ اُسے دھکا دے کر اُتار کھڑا ہوا تھا۔ لڑکی دھب سے زمین
پر بیٹھ گئی۔

پہلی بار عمران نے اُس کی آنکھوں میں خوف کی جھلکیاں دیکھیں۔

ساتھ ہی وہ اُسے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھے بھی جا رہی تھی۔

”پوری چوڑیاں میں سے جسم میں ہر سوت جوتی ہیں۔“ عمران نے
احقرانہ انداز میں کہا۔ لیکن مسکرت جسم میں تو خون ہی نہیں ہے وہ دیکھ کر
بھی خراب ہو جاتے۔

وہ کچھ نہ بولی اس کا مزہ حسرت اور خوف سے پھیلا ہوا تھا۔

”ڈرو نہیں! کیا کسی سے گہروں کا مہاں کر تم نے مجھے مار ڈالا ہے۔“

”مجھے جانے دو۔۔۔ وہ پھسی پھسی سی آواز میں بولی تھی۔

”یہ بتاتے بغیر نہیں جانے دوں گا کہ آخر تم نے مجھ پر حملہ کیوں کیا تھا۔

دیکھی کی جان نہ پہچان۔۔۔ اور اس لباس سے ظاہر ہوتا ہے کہ تم اپنی روایات

کی بھی پابند نہیں ہو۔“

”تت۔۔۔ تم کون ہو۔“

”اب تو ایک لاش ہی سمجھو۔۔۔ خدا کی پناہ۔ پوری چوڑیاں۔۔۔“

”تم مجھ سے ہو۔۔۔ ایک بھی نہیں گئی۔“

”دکھاؤں؟ نکال کر۔“

”مجھے جانے دو۔“ وہ اُتار پھرنے کی کوشش کرتی ہوئی بولی۔

”تم نے کہا تھا ایک کو بھی زندہ نہیں چھوڑوں گی۔“

”مجھے غلط بھی ہوئی تھی۔ ہر چند کہ ہماری زبان بول سکتے ہو لیکن ہم میں

سے نہیں ہو۔“

”میں ملک کی ساری علامات کی راہیں بول سکتا ہوں۔“

”میں تو ہر معائنہ کرو۔ مجھے ملنا نہیں ہوئی تھی۔۔۔ آنکھوں نے کچھ روایت

مسکرت سامنے کو مار ڈالا۔ جوش انتقام میں اندھ ہی ہو رہی تھی۔“

”جیسے تازہ گوشت کی ضرورت اور مرغانی تھی۔۔۔“ عمران نے کہا۔

”اور مرگوش کھل۔۔۔ شکار قطعی نہیں ہے۔“

”چکڑ بھی نہیں ہتے۔“

”بہت کیا ہے۔۔۔ دس مہر میں شاید ایک آدمہ اترے۔ اب چھوڑو مسید! اتنے۔“

”تہا! لباس مجھے حیرت میں ڈال رہا ہے! اور مرگوش تو اتنے بہت

قدامت پسند ہی۔“

”میراثان سے مختلف ہوں: میں نے لوگوں کو تعلیم دلائی تھی۔“

”آؤ۔۔۔ تو یہ کہو۔۔۔“ عمران اسے نیچے سے اُپر دیکھتا ہوا بولا۔

”لیں اب جانے دو۔“

”میرا خیال ہے کہ تم تنہا ہو۔ اور وہ کہتی ہیں۔۔۔“

”کچھ ایسی ہی بات ہے۔“

”اچھا۔۔۔ تو وہ کچھ رات والی سازش۔۔۔“

”تم کہاں تھے؟۔۔۔ تم کیا ہاتھ۔“

”اور۔۔۔“ عمران دایمی جانب والی چٹانوں کی طرف اشارہ کرتا ہوا

”میراثان میرے سر پر کرتے ہیں اور رات کو کہیں رک جاتے ہیں۔“ باری کاڑی

”اور کھڑی ہے۔۔۔“

”کاڑی ہے۔۔۔“ لڑکی نے بڑبڑاتے ہوئے پوچھا۔

”ہاں۔۔۔“

”تب تو میں تم سے لفٹ مانگوں گی۔“ انہوں نے میری کاڑی بھی تیار کر دی۔

”کہاں جاؤ گی۔۔۔“

”تم کبھر جا رہے ہو۔“

”وقت ناز کا۔۔۔“

”لڑکی کی پیشانی پر پسلیوں پر مگھتیں۔ اور اس نے پُراستہ آنکھوں سے اسے دیکھا تھا۔۔۔“

”وہ رہی رہتے ہو۔۔۔“ اس نے آخر پر پچھا۔

”نہیں۔۔۔ آفسر سبھا جادو ہوں۔۔۔“

”کیس کے جہان ہو۔۔۔“

”کیس کا بھی نہیں۔۔۔“

”مطلب یہ کہ قسب کہاں ہو گا۔۔۔“

”سٹریٹ میں۔۔۔“

”مجھے بروقت بنانے کی کوشش مت کرو۔۔۔“ اس نے جھٹکا کر

دینا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ”تم بھی اسٹریٹ میں معلوم ہوتے ہو۔“ میرا کچھ

تنبہیں بگاڑ سکتے۔“

دفعہ وہ اچھل کر کئی قدم پیچھے ہٹ گئی تھی۔

”عمران نے اپنی رائے بدل آٹھائی اور اسٹریٹ آجکی جانب کرتے ہوئے

کہا۔۔۔“ میرا کچھ کی کوشش کی تو کئی ماروں کا۔“

”یہ دوسری بات ہے۔“ لڑکی نہایت اطمینان سے بولی۔ ”زندہ تہا کے

اتنے نہیں جانتے۔“

”زندہ رہنے کی ضرورت بھی کیا ہے۔“ مجھے تو تازہ گوشت چاہیے۔“

”لڑکی خاموش کھڑی پکیسی جھپٹاتی رہی۔۔۔“

”اپنا حال رو لیا اور آشاکر برسرِ ٹری دکھایا۔۔۔“ تنہیں آرام کی ضرورت ہے

میری کاڑی دیکھ کر خوش ہو جاؤ گی۔“

”تم خان آتے تو نازو غا کے آدمی نہیں ہو۔“ لڑکی نے بھڑائی ہوئی آواز میں پوچھا۔

” سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔۔۔ میں تو اپنی مملکت کا شہزادہ ہوں۔“

” کہیں مملکت کسے۔۔۔“

” احمق آباد نا ہے۔ تم اسکا شکر مت کرو۔۔۔ گاڑی ایسی ہے کہ تم آسانی
چھپ سکو گے۔ جہاں کہو آ کر دوں گا۔“

” مجھے بھی شہزادہ فراہی جانا ہے۔“

” بڑی عجیب بات ہے۔ خان آف شہزادہ فراہی کے آدمیوں نے قبیلہ گھبرا
تھا۔۔۔ اور تم شہزادہ فراہی جا چاہتے ہو۔“

” وہاں پہونچکر میں اپنی حفاظت آپ کر لوں گی۔“

” لیکن وہاں جانے کی ضرورت ہی کیا ہے اگر کوئی خطرہ ہے وہاں تمہارے
لئے۔۔۔“

” وہاں تو جانا ہی پڑے گا۔“

” خان سے مشورہ کر دو گی۔“

” مشورہ۔۔۔ وہ طرز ہی ہنس کے ساتھ بولی کہ کسی بھی شے سے۔۔۔“

” تمہاری باتیں میری گدی نہیں آ رہی۔“

” طریق کہانی ہے۔ لیکن میں کچھ یقین کر لوں کہ تم خان کے آدمی نہیں ہو۔“

” آدمی تو سرور سے ہوں ہی نہیں، ویسے کچھ دیر قبل تم نے کہا تھا کہ
تم مجھ سے نہیں معلوم ہوتے۔“

” خان کے پاس ابھر کے لوگ بھی ہیں۔“

” تم اگر جا ہو تو اپنا سر لیاؤ اور دوبارہ لوٹ کر سکتی ہو۔۔۔ عمران نے راقعہ
کی نال جھٹکتے ہوئے کہا۔

” وہ ہے یقین کے سے عالم میں اسے دیکھتی رہی۔۔۔“

” اب کھڑی کیوں ہو۔ جاؤ جہاں جانا چاہتی ہو۔۔۔ میں تو جلد یا۔۔۔“

” عمران نے اپنی راقعہ کا سر سے لٹکانی تھی اور وائیں جانب مڑ
گیا تھا۔ چند ہی قدم چلا کر گاڑی کے آواز دیکر رک گیا۔

” اب کیا ہے۔۔۔ وہ اس کی طرف مڑے بغیر ٹولا۔

” میں چل رہی ہوں۔۔۔“

” پیچھے پیچھے چلی آؤ۔۔۔ وہ آگے بڑھتا ہوا بولا۔

” گاڑی تیری سے آگے رخصتی تھی اور اس کے ساتھ چلنے لگی تھی۔

” تھوڑی دیر بعد بولی: ” اتنے مشرب سے کہیں میرا نشانہ خطا نہیں ہوا۔“

” اتنے مشرب سے کہیں کوئی گھر پر منار کرنے کی جرأت بھی نہیں کر سکا۔“

” تم آخر ہو کر۔۔۔“

” علی عمران نا ہے۔۔۔ اور تم۔۔۔“

” ذہینت۔ لیکن ذہین بھلائی ہوں۔۔۔“

” میرا نام بگاڑنے کی بھی جرأت آج تک کسی کو نہیں ہوئی۔“

” تمہارا نام ایسا ہے ہی نہیں کہ بگاڑا جائے۔۔۔“

” کیوں نہیں۔ اگر کہنا چاہو تو مجھے صرف ران بھی بک سکتی ہو۔ کوئی تمہارا کیا

بگاڑنے کا۔“

” مجھے یقین دلاؤ کہ تم خان کے آدمی نہیں ہو۔“

” کیا خان کے پاس کوئی نیگر دیکھی ہے۔۔۔“

” نہیں۔ نیگر تو نہیں ہے۔۔۔ میں نے کبھی نہیں سنا۔“

” میرا بڑی گاڑی ایک نیگر ہے۔ تم ابھی دیکھ ہی لو گی اور خان کے

پاس ایسی کوئی گاڑی بھی نہ ہوگی۔“

” سمجھ رہے تھے خاموشی اختیار کر لی تھی۔“

” تھوڑی دیر بعد وہ گاڑی کے مشرب جا پہونچنے اجوزف باہری

کڑا تھا۔ لڑکی کو دیکھ کر اس کا منہ حیرت سے کھل گیا۔

”خبردار۔۔۔ عمران! آج تم آٹھا کر بولنا۔ منہ بند کرو۔۔۔“

جوزف نے مدھی سے منہ بند کر لیا۔ لیکن اس کی آنکھوں میں حیرت
پرستور باقی تھی۔

”چلو کہ نہیں ملے۔۔۔ مل گئیں۔۔۔“ عمران بولا۔

جوزف احتشادنا جھکا تھا۔

”جوزف! جو گڑا ہے۔۔۔ اور یہ زینت میں۔۔۔“ عمران نے کہا کر لیا۔

”خوش آمدید ہستی۔“ جوزف نے دانت نکال دیئے۔

”وہ دھماکہ کھولو۔۔۔“ عمران نے کہا۔

جوزف نے گاڑی کا دروازہ کھولا تھا۔۔۔ اور عمران نے زینو سے اندر
چلنے کو کہا تھا۔

”واقعہ۔۔۔ خان کے پاس ایسی کوئی گاڑی نہیں ہے۔۔۔ زینو نے

اندر داخل ہوتے ہوئے کہا۔

”تم یہاں محفوظ رہو گی! گاڑی بلٹ پروف بھی ہے۔۔۔“

”کیا تمہارے اس سفر کا کوئی خاص مقصد ہے۔۔۔؟“

”کتنے سے کاٹھا۔۔۔ سوچا اسی بہانے تہ تیغی آپ دیوا ہوا جائے گی۔“ عمران
نے اتفاقاً انداز میں کہا۔

”میں نہیں سمجھی۔۔۔“

”وائس کتنے سے کاٹھا۔۔۔ کچھ کھاؤ بیڑی۔۔۔“

”بچکل رات ہے کچھ نہیں کھاؤ۔۔۔“

”ہاں! اماں! انہوں نے سینڈوچ اور کالی پیش کر سکوں گا۔ کھڑکیوں

پر بیٹر باڈ۔۔۔ خود کو قطعی محفوظ سمجھو۔۔۔ میرا باڈی گاڑی بہت بدین

لاڑکا ہے۔۔۔“

”تم بھی کم نہیں معلوم ہوتے! میسٹر خدا۔۔۔ چھوٹ کر۔۔۔ اور تم
زندہ ہو۔۔۔“

”مجھے تو آج تک کسی نے عورت کے ہاتھوں مارے جانے کی بددعا نہیں
دی۔۔۔“

”فراق خان! اجنبیوں کو نہیں داخل ہونے دیا جاتا۔۔۔“

”میں نے تو ایسی کئی بات نہیں سنی۔۔۔“

”نہ سنی ہو گی۔ لیکن پوتا تیزی ہے۔ سرکاری افسر دی کرنا ہے
جو خان چاہتا ہے۔۔۔“

”تب تو بہت بُرا ہوا۔ لیکن پھر یہ سیاح کہاں مارتے ہیں ہمارے
سیاحت کے لڑکے یہی فراق خان کو خاص اہمیت حاصل ہے۔۔۔“

”سب کا فدیہ باقی ہی۔ سیاحوں کو سپور سے آگے نہیں بڑھنے
دیا جاتا۔ فراق خان کا فاصلہ دواں سے دس میل ہے۔۔۔“

”ہوں۔۔۔“ عمران نے پھر گفتگو انداز میں سرگردیش دی تھی۔

”وہاں ایک استقامتی پول بھی ہے۔۔۔ چھوٹا سا بازار ہے۔ کچھ بادی
ہے کھاتے پیتے لوگوں کی۔۔۔“

”تب پھر تم کیسے جاؤ گی فراق خان۔۔۔“

”تم مجھے سپور میں آنا دینا۔۔۔“

عمران کچھ نہیں بولا تھا۔ وہ بھی خاموش مہینے اسے سینڈوچ کیلئے اڑے
سندھ لڑکے دیکھتی رہی تھو۔

جوزف نے باہر ہی تھا۔

”تو اب تم خان کے مقابلے میں بائیں تنہا ہو۔۔۔“ عمران نے تھوڑی دیر بعد

سوال کیا۔۔ اور وہ چونک کر اُسے ٹھٹھانے والی نظروں سے دیکھنے لگی۔

”میرے شبہات سر اٹھا رہے ہیں ذہن میں ہے: عمران اُس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا مسکرایا۔“

”مسیرِ گھر میں ہیں آنا۔“

۱۰ اگر تم متنازعہ کسی ہو۔ تو تمہیں سوچ سمجھ کر کوئی قدم اٹھانا چاہیے۔

”مجھے اس پر حیرت ہے کہ تم نے اس کے بارے میں بالتعمیل جاننے

کرتست نہیں کی۔

”اگر تم مناسب تھو گی تو خود ہی سب کچھ بتا دو گی۔ خبر یہ ارسینہ بیچ

ماؤں میں کافی تیار کرتا ہوں۔

ہرگز انہوں نے راستے میں گھڑی روک کر تلاشی لی تو کیا ہو گا؟

”تمہیں تنہا پاسکیں گے۔“ عمران بولا، ”مطمئن رہو۔ یہ ایک عجیبہ

کی گاڑی ہے۔۔۔ ہم اہلین نظر نہیں آؤ گی۔۔۔

... لندن میں میرے ایسا ہی ایک مسجد دیکھا تھا میں اس سے بھی زیادہ بیک مسجد وہاں: (آغا) گوہر کو دانتوں سے کھڑتا تھا۔!

یہ مقرر کیا کہ جو شخص اپنے والدین کو قتل کرے یا ان کے ساتھ کفر کرے، اس کا عذاب ہے۔

میں سمجھ گئی، مگر میں ان کیل تماشے کے لئے آئے ہو۔ اس کے باوجود

یہ شاید مستزادو غامض ما قبل نہ ہو سکے۔ البتہ اگر سرکاری افسر

ہا ہے تو...

و متعبدہ بانہ مردوں لیکن اس سفر کا مقصد صحت تفریح ہے...

ن تو تھا اور وہ مانتی کیجے مرا تھا۔

میں نے اس کے دوسرے راتے میں بھی دانت تکی۔۔۔ نیکل آئی۔۔۔

”آخر خان کو تم دونوں سے کیا شکایت تھی۔“

مجھے تسکایت ہے خان تہ۔۔ اُس نے مجھ کو گرتا کر

ہے۔۔۔ ہڈیوں کا الزام عائد کر کے :- میں نہیں مانتی کہ وہ زندہ بھی ہیں

۱۰۔ اہم کر دیئے گئے۔

”خدا کی سب سے بڑی کیا تمہارے باپ کی تھی تو، میں کوئی نہیں
 سہارا کا ہوتا تھا۔“

۹۔ انکار کر دیا تھا۔

۱۰ ملکی قوانین - آدھ حقارت سے جنس کر رہ کئی تھی۔

”میں نہیں بھگم کیا کہنا چاہی ہو۔“
”ہاں، خاں کا تانا، جتنا ہے میرے باپا، اس قدر نہ منہ بڑھ

یہ خیال خان کا ناٹوں چلنا ہے۔۔۔ کیسے بابا خان سے برس میچر ہے۔۔۔

ہر کسب کو نہیں۔ یہاں سے ستمیاز پر عدو مار لاکھوں کا مارا جاتا ہے۔

”اُومر، خوب۔ کیا کیا جیسے ہی موتی میں۔“

در غلہ شکر، قلعی امد سورتی کپڑے و غنسرہ دے دے :

اور تمہارے ابا کیا کہتا تھا۔

وہ شام میں تمہیں ابھی تک نام نہیں بنایا۔ وہ اُسے غور سے دیکھنے

[illegible]

میرا بتایا جو تھا۔ یہ! ظمن نے لا پر د ہی سے کہا۔

و ان کا نام جابر خان ہے۔

اچھا اچھا۔۔۔ تو بھر شاید وہ جان کے کسی کاروباری حریف۔

کہتے ہیں کہ۔ اسی لئے عذری کا ارم آجائے۔

”مواں ہی نہیں پسیدہ ہوتا۔۔۔ زہرے ٹھیسے سے میں کما

”آخر کچھ تو ہو گا جس کی بنا پر انہی گرفتاری عمل میں آتی ہے۔“
 ”سازن۔“ اور اس سازن کا سر نہ اس علاقے کا سب سے
 بڑا آدمی داراب ہے۔۔۔ خان کا معصاحب خاص کہلاتا ہے۔۔۔ اُس نے
 بابا سے میرا رشتہ مانگا تھا۔۔۔ بابا نے انکار کر دیا۔۔۔“
 ”تمہاری مرضی معلوم کئے بغیر۔“
 ”میں تو اس کا نام تک لینا پسند نہیں کرتا۔“
 ”اچھا۔۔۔ اچھا۔۔۔ تو سپر یہاں ایسی کو غدری کہتے ہونگے۔“
 ”تو کیسی آؤٹ پشنگ باتیں کر رہے ہو۔“
 ”جو کچھ تم نے بتایا ہے اُس پر تھوڑے کر رہا ہوں۔۔۔ اچھا یہ بتاؤ۔۔۔
 کیا انہیں علم تھا کہ وہ کسی الزام کے تحت گرفتار کئے جائیں گے۔“
 ”یہ میں نہیں جانتی مگر یہی شکوہ بہت پریشان تھے۔ میں نے
 سب پوچھا تو انہیں۔۔۔ لیکن سیدہ انخیاں کے کہ وہ رات آنہری نے شہل ٹیلر
 گداری تھی۔۔۔ دوسری سبج میں شکار کو ملدی جانتی تھی کہ وہ پرتیانی
 کا سبب نہیں بنائیں گے۔ کبھی انہی کسی انجن میں مشرکین نہیں کرتے۔۔۔
 میرا دل، دو پر کو شکار سے وہاں آئی تو معلوم ہوا کہ داراب دھوکے سے ملو۔۔۔
 ہو کر انہیں پکڑ لئے گیا۔“

”سرداری حوالات میں ہوں گے۔“

”یہاں کوئی سرکاری حوالات یا جیل نہیں ہے۔۔۔ خان کے محل کبکٹان
 میں ایک اذیت خانہ بھی ہے جہاں ایسے قیدی رکھے جاتے ہیں جنہیں کسی
 بنا پر یہ خانہ ہی سزا دینا چاہتا ہو۔“
 ”تب تو وہاں سے صاف چل رہی ہو گی۔“
 ”تم قانون کی حکمرانی والی اصطلاحات استعمال کر سکتے ہو۔ یہاں انکا

تقدیر ہی احسان ہے۔“

”تمہارے بابا کیس قسم کے آدمی ہیں۔۔۔“

”میں نہیں جانتی۔“

”کیا ان کا تعلق ان کی حکمرانی کی طرف تھا۔“

”یہ میں نہیں جانتی۔ لیکن وہ اس طرح زندگی کو پسند نہیں کرتے تھے
 انکے کہہ کاتے تھے کہ آخر سرکاری آفیسر کی موجودگی کے ڈھونگ کی
 ضرورت ہی کیا ہے۔“

”تب تو یہ خان سے کھل ہوئی عذاری ہے۔“

”وہ چاہتے تھے کہ اس علاقے کے لوگ بھی ویسی ہی زندگی بسر کریں
 جیسے ملک کے دوسرے حصوں کے لوگ کرتے ہیں۔“

”اور وہ اپنے ان خیالات کا اعلان بھی کرتے تھے۔“

”حوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ میرے علاوہ اور کسی سے بھی وہ اس
 قسم کی گفتگو نہیں کرتے تھے۔“

”خان کا وہ محل کبکٹان شہر انخیاں میں ہو گا۔“

”وہی ہے۔“

”میری کچھ میں نہیں آتا کہ تم تمہا کیا کر لوگی۔“

”اپنی جان دے دوں گی۔“

”اس سے متنازع۔“

”مجھ کیسے کروں۔“

”میرے ساتھ جو ہمیں یہی تمام کرو۔۔۔ کوئی ضرورت نکال جائے گی۔“

”اُس نے غراں کہ منترہ انداز میں دیکھتے ہوئے پوچھا تھا۔ کیا میں نہیں

بہت بھی جانتی ہوں۔۔۔“

عمران کے چہرے پر حافضہ کی پریشانیاں کچھ اور گہری ہو گئیں اور اس نے ہلکا کر کہا :- تم کیا کہنا چاہتی ہو :-

”نہیں جنادوں کہ میں نے آپ ہی سے یہ بات کہی کہ زندگی سرکھتی تھی :-“
 ”ما سدا اللہ، ماشاء اللہ :-“ عمران سر ہلار رہا کہ سیکو کاروں کے لئے جنت ہے :-

”کیا تم میرا مذاق اڑا رہے ہو :-“ وہ ہلکا کر بولی :-

”سبھی سو سو کو تو محسوس کر رہا ہوں :- اب تم کافی بچہ اور ملتی پھرتی نظر آؤ، تمہاری چھ تو لیاں کچھ پر ادھار رہی :-“ غضب حد کا اب یہ وقت آ گیا کہ روکیاں مجھے پاکیاری کی دھونس میں لینا شروع کر دیں :-

”کیا مطلب :-“

”دارے مجھے اس سے کب سسر دے گا کہ تم کتنی پاکباز ہو :-“ یہ لفظ بھی مجھے کبوتر بازی کا سا جھٹکے لگا ہے :-

”کیسا بگڑا می کر رہے ہو :-“

”اب چپ رہو :-“ درنہ چارٹر رسید کر دوں گا :- کتنے کاٹے کا سرسبز ہوں :-“

”واقعی کچھ کچھ پاگل ہی لگ رہے ہو :-“

”جھڈت :-“ عمران نے آواز دی :-

”نیس باس :-“ بہت جواب دلا :-

”اب ہمیں روانہ ہو جانا چاہیے :-“

”او کے :-“ باس :-

”چلو آؤ :-“ عمران نے خشک لہجے میں زینہ سے کہا :-

”سوچو میں آؤ تو جی :-“ زینہ عزائی تھی :-

”جنت میں جاؤ :-“ کبھ کر عمران نے سوچ بچ بورڈ کے ایک پتے سوچ پر اٹکی رکھ دی تھی، ساری کھڑکیوں پر پیلے رنگ کے سٹشے چڑھ گئے :-

”اُدھ :-“ واقعی شاید رچسینہ ہے :- ”زینہ بول :-“ اب ہمیں باہر سے صہبی دیکھا جاسکے گا اور ہم سب کو دیکھتے رہیں گے :-“

عمران حاضری پر :- جزئی نے ایکن اشارت کیا تھا اور گاڑی حرکت میں آگئی تھی :-

”کھکشاں :-“ رات کے اندھ صبح میں کھکشاں ہی معلوم ہوتی تھی قلعہ نما عمارت کے جہر کوں میں چراغ ہی چراغ روشن نظر آتے :- ”راہرو یہ روشنیایں میلوں دُور سے دکھائی دیتی تھیں :-“

لیکن دن کے آجالے میں سیاہ پتھروں سے جالی ہوئی اس عمارت کو دیکھ کر عجیب سی دہشت ذہن پر چاری ہوتی تھی :- شاید اسی بنا پر لوگ اسے کالی کھکشاں کہتے تھے :-

”خان تہذوق کا محل تھا :-“ خان قزاقو نا :- ”جس کے تعزیرے بھی اکی ز زمینوں پر نسنے والے لڑنے لگتے تھے :-“

طویل قامت اور مضبوط جسم والا یہ آدمی ساٹھ اور چھٹھ سار کے درمیان درجہ ہوا، چڑھی ہوئی سفید ڈاڑھی اور گھنی سونگھیں کے اوپر دو خوبخوار آنکھیں آسکی بیتنا کی میں مزید اضافہ کرتی تھیں :-

”عام طور پر کہا جاتا تھا کہ اس کا مقابلہ دوران گفتگو میں آنکھ اٹھا کر

اُسکے چہرے کی طرف دیکھنے کی حرات نہیں کر سکتا۔

”بیٹی، کیا خبر ہی سن کر متعلقہ آدمی کا دم نکل جاتا تھا۔

اس وقت وہ اپنے دلون غاس میں ایک زور ناکار کرسی پر بیٹھا خصوصی معاصی دار اب کرتبر آلود نظروں سے گھومے جا رہا تھا۔ اور داراب سر جھکائے کھڑا تھا۔ اُسکی تاکیوں کا پ ر ہی تھیں۔

خان کے بعد اس علاقے میں وہی سب سے خطرناک آدمی تصور کیا جاتا تھا۔ اس کے مظالم کے چرچے دور دور تک تھے۔ خان کا دامن اس قدر تصور کیا جاتا تھا۔

”ایک لڑکی تیرے قابو میں نہ آسکی۔۔۔ خان وقعتِ دھارڑا۔

”عالیجاہ! لڑکی ہی ہونے کی وجہ سے قابو میں نہ آسکی۔۔۔ عورت ذات پر کیسے انتہا تھے۔۔۔ داراب کی کیا بھرتی آواز میں ہوا۔

”ہمیں اطلاع ملی ہے کہ اس نے دو سچا جیروں کو مار بھی ڈالا ہے۔۔۔

”اندھیکر میں دیوان دار سنارنگ کر رہی تھی۔۔۔ اسے محض اتفاق گھنٹا پانچے کہ دو آدمی مر گئے۔۔۔

”گر وہ علاقے سے باہر نکلنے میں کامیاب ہو گئی تو ہم تیری کمال کیجو کر تمہیں مہر دادی گئے۔۔۔

”وہ باہر نہیں جاسکے گی عالیجاہ!۔۔۔ غلام نے ناکہ بندی کرادی ہے۔۔۔

”اُسکا ساتھی کون تھا۔۔۔

”گلزار کے قبوہ خانے کا مالک عمر علی۔۔۔ وہ مارا گیا۔۔۔

”اُس کا سب کچھ ضبط کر لیا جائے۔۔۔ اُس کے در تادیوں کون کون ہے۔۔۔

”کوئی بھی نہیں۔۔۔ تنہا تھا۔۔۔ عالیجاہ۔۔۔

”جاہر کی کتنی اُٹلیاں کالی گئیں۔۔۔۔۔

”دو۔۔۔ عالیجاہ۔۔۔

”دو۔۔۔ امان کے بچے میں حیرت تھی۔۔۔ اور اس نے ابھی تک اس

شبیہ گھولی۔۔۔

”اسی نے خیال ہوتا ہے عالیجاہ کہ میں وہ سپر مجلہ علم ہی نہ ہو۔۔۔

”کیوں بگواس کرتا ہے۔۔۔

”معافی چاہتا ہوں عالیجاہ۔۔۔

”سرور ایک اُنکلی۔۔۔ اس پر بھی زبان نہ کھولے۔ تو کان۔۔۔

”بھرناک۔۔۔ پھر آنکھیں۔۔۔

”یسا ہی ہوگا۔۔۔ عالیجاہ! داراب غم ہوا تھا۔ خان نے ہاتھ ہلا کر جانے کا اشارہ کیا۔۔۔

”وہ اُٹنے سے پہلے چلتا ہوا دروازے تک آیا تھا اور پھر باہر نکل گیا تھا۔

”ایک گھنٹہ۔۔۔

”اس کے کرخت چہرے پر تشویش کے آثار کچھ عجیب سے لگ رہے تھے۔

”تھوڑی ہی دور چلا کر کسی نے عقب سے آواز دی۔ ”مُرک کر

دڑا! ایک ستر آدمی تیزی سے اُس کی جانب بڑھا آ رہا تھا۔

”غیر تو ہے۔۔۔ کچھ پریشان نظر آ رہے ہو۔۔۔ اُس نے قریب پہنچ کر کہا۔

”کچھ نہیں محمد بن۔۔۔ کوئی خاص بات نہیں۔۔۔

”آئیے میں تسکین دیکھواؤں۔۔۔

”کیا واقعی پریشان لگ رہا ہوں۔۔۔

”تمہاری نظر کے لوگ اگر پریشان ہوں تو سیلوں دور سے احساس

ہو جائے گا۔۔۔

جابر خان کا قہقہہ ہے۔ وہ طوطی سانس لے کر بولا۔

آخر اُس نے کیا خطا سرزد ہوئی ہے۔ ۱۰

اس کھپیپ میں اُس نے جو ملل سرحد پار پہنچایا تھا اُس میں سے کوئی چیز غم جو گئی ہے۔۔۔ عالیجاہ کا خیال ہے اس میں جابر خان کی ہر تکی گودخل ہے۔ ۱۱

کیا کوئی بہت قیمتی چیز تھی۔ ۱۲

خدا جانے۔۔۔ میسر علم کے مطابق وہ صرف ایک لفاظ تھا:

لفاف۔ ۱۳ تو پھر وہ تو جابر خان کی جیب ہی میں رہا ہو گا۔ ۱۴

نہیں۔ کسی بیٹی میں تھا۔ جابر خان اس حد تک تو اعتراف کرتا ہے ایک جگہ ٹوک سے کچھ پٹیاں گر کر ٹوٹ گئی تھیں اور اُن کا سامان سمیٹ کر دوبارہ پیک کیا گیا تھا۔ لیکن اُس کی لفاظ کا خم ہیں۔ ۱۵

تو پھر وہ ٹھیک ہی جاتا ہو گا۔ ۱۶

خالص۔ ۱۷ داراب نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا: کیا تم

میں اپنی انگلیاں کٹوانا چاہتے ہو۔ ۱۸

کیا اس کی انگلیاں کاٹی جا رہی ہیں۔ ۱۹ ہارٹے نے غورزدہ پوچھ کر پوچھا

ہاں۔ دو انگلیاں کٹ چکی ہیں۔ ۲۰

اگر اُسے علم ہوتا تو ضرور اعتراف کرتا۔ ۲۱

میسر ایسی ہی خیال ہے۔ ۲۲

تو پھر۔ ۲۳

وہ کچھ سننے پر تیار نہیں ہیں۔ ۲۴

اللہ رحم کرے۔ ۲۵ ہارٹے طوطی سانس لیکر بولا۔

اب زینو کی کاش ہے۔ لیکن دوستا بڑی نہیں آ رہی۔ دو سپاہی

میں اُس کے ہاتھوں مارے گئے ہیں۔ ۱

یہ قریب بہت بُرا ہوا۔ ۲

میں نہیں جانتا کہ اُسے کوئی گزند پہنچے۔ ۳

تمہارے چاہنے سے کیا ہوتا ہے۔ اور میسر کی نصیحت سنو! اپنے کسی روپے سے ہرگز نہ ظاہر ہونے دینا کہ تمہیں اُس سے ہمدردی ہے۔ ۴

میں کچھ سمجھتا ہوں۔ ۵

میسر کے ساتھ آؤ۔ میں تمہیں کچھ اور بتانا چاہتا ہوں۔ ۶

کچھ دُور چلنے کے بعد وہ ایک کمرے میں داخل ہوئے تھے؛ داراب نے غلامیہ نظروں سے گزرتے کر دیکھے جا رہا تھا۔

ہارٹے کچھ دیر بعد بولا: جب سے خانوں کے اقتدار کے خاتمے کی تحریک شروع ہوئی ہے؛ خان کا رویہ کچھ اور تلخ ہو گیا ہے۔ ۷

میں تو یہ بھی دیکھ رہا ہوں۔ ۸

اب سوال یہ ہے کہ جابر روٹیہ کیا ہو چکا ہے۔ ۹

جو خان کا رویہ وہی جابر بھی ہو چکا ہے۔ ۱۰

ہارٹے نے اُسے غور سے دیکھا تھا اور بولا تھا: اس کے علاوہ اور کوئی چارہ بھی نہیں۔ ۱۱

ہمارے خان کا اقتدار سبب ختم ہو سکا۔ ۱۲ داراب نے کہا۔

قوی حکومت نے انکو کچھ کہا ہے کیا بھی ہے۔ ۱۳

میں کسی قوی حکومت کو نہیں جانتا۔۔۔ میرا حاکم خان قزاقا۔ ۱۴

تمہاری بزرگی کا خیال مانع ہے۔ ورنہ۔۔۔ ۱۵

مجھے غلط سمجھو داراب؛ میں کسی خان کا آقا ہی و نادار ہوں جتنے

تم ہو۔ ۱۶

”یہی کہ خدا کرے جاہر کی بیٹی دارالحکومت تک پہنچ جائے۔ تاکہ اس
خالد از نظام کے خلاف قری حکومت کو ایک ثبوت اور مل جائے۔“

”یہ کیا تھا اُس بد بخت نے۔“

”اں عالیجاہ۔۔ اس سے آگے سننے کی تاب نہیں رہی تھی اور یہی
اُس کی ضعیف کا خیال کے بغیر اُس پر لوٹ پڑا۔ یہ نہیں سن سکتا ایسی
باتیں۔“

”ترے حق تک ادا کیا۔ ہم خوش ہوئے۔ اُس نصیحت کی لائق
کو گندے کے پتھر میں دھن کر دیے۔“

”بیت بہت سہرا عالیجاہ۔“



سڑک چڑائی ہوئی نشیب میں چلی گئی تھی۔۔۔ اور وہ سسر سسر
داوی گیز از قمر کا پالا اٹھ چھوڑی چٹانوں والے اس علاقے کو قدرت
کی طرف سے عطا کر دیا گیا تھا۔۔۔ جو زرت کی باجھیں کھل گئیں۔ اور
اُس نے ظران سے کہا۔ واہ باس۔۔۔ مزہ آگیا یہاں تو ایک بوتلی سے
ڈھانی بوتلی کا نشہ چھٹا۔۔۔ واہ وا۔۔۔

اس وقت جو زرت ہی ڈرائیو کر رہا تھا اور عمران اُس کے برابر
بیٹھا آؤنگھ رہا تھا۔۔۔

”کیسا اچھا تھوڑے۔“ وہ ہنسنے لگا۔

”ڈرا باجیں جا تب دیکھو۔۔۔ شاید ہمیں وہی رکنا ہے۔ عمارتیں

”پھر کیا کہنا چاہتے ہو۔۔۔“

”یہی کہ جاہر خان کی بیٹی۔۔۔ یہاں سے جاہر دے مانے پائے کیونکہ قری
حکومت مخالف کے خلاف سب باتیں اٹھا کر رہا ہے۔۔۔ اور تم ابھی کہہ چکے
ہو کہ تمہیں لڑکی سے بھد دی ہے۔“

”ارباب چھٹک کر اسے گھورنے لگا تھا۔۔۔ تاہم اب اپنی غلطی کا احساس
ہوا تھا۔ اُسے بات زبان سے نہ نکالنی چاہیے تھی۔“

”تم بات اپنی ہی ذات تک محدود نہ کرو۔“

”مشتین رجہ۔ ایسا ہی چرچا۔“

”سید اطمینان نہیں ہو۔“

”کبھی طرح یقین دلان۔۔۔“ پوچھا جھٹلا کر بولا۔

”اس طرح۔۔۔“ کھیر کر دلو اب نے پورے کا سر دیوار سے ٹکرا دیا تھا۔

۔۔۔ ایسی شدید ضرب تھی کہ وہ آواز نکالنے بغیر گر کر بے حرکت ہو گیا تھا۔
دارا بے اپنا داماہا بڑی اُس کی گردن پر رکھ دیا۔ اور پھر اس وقت
دباؤ ڈالتا رہتا جب تک کہ بوتلی سے کام نہیں نکل گیا تھا۔

اس کے بعد پھر اُس نے دلو ان خاص میں اپنی بیٹی کرانی تھی۔ خان ابھی
دیں تھا اس لئے زبردی طور پر حاضری کی اجازت مل گئی تھی۔

”کوئی خاص نمبر لایا ہے؟“ خان نے اس کی طرف دیکھے بغیر پوچھا۔

”خاص نمبر ہے عالیجاہ۔۔۔ میں نے محمد خان کو مار ڈالا۔“

”کیوں۔۔۔“ وہ آگے گھومے لگا دارا ب سر جھکا کر اٹھانے لڑائی
ہوئی آواز میں بولا۔ ”خدا کیے برداشت سے ابہر تھی؟ بات کہ وہ قری حکومت
کے حق کا ہے۔“

”اچھا۔ کیا کہا تھا اُس نے۔“

میں نظر آ رہی ہیں۔ بڑی حسین جگہ ہے۔۔۔

"شائد ہم سب سوچے سوچے پہنچ گئے ہیں۔۔۔" عمران نے کہا اور سماجی لے کر منہ چلانے لگا اس وقت ضرورت سے ذول درے کا کابل معلوم ہو رہا تھا۔
"کیسا اڑکی سو رہی ہے۔۔۔" جوزف نے پوچھا۔

"میں نے اسے کال میں خواب آور سونوت دیا تھا۔ تاکہ اس کی تفسیدی میں اسکا طبیعہ تبدیل کر سکوں۔۔۔"

"ہر جگہ سناں تباہی نظر آ رہی ہے۔ کہیں چسپیں نہیں سے۔ خواہ کتنا ہی کیوں نہ کاٹ لے۔"

"مظلوم لڑکی ہے۔۔۔"

"بڑی جی دار معلوم ہوئی ہے کہ تنہا ہی بھیڑیوں کے غول میں جسے کی کوشش کر رہی تھی۔۔۔"

"میسٹر کلکے؟ جس خطے میں ایسے جگہ پر غور کر لوگ پائے جاتے ہیں۔۔۔"

"منگرم؟ اس سلسلے میں کیا کر سکتے ہیں جبکہ پہلی ہزار دھڑاتے ہو۔۔۔"

"دیکھا جائے گا۔۔۔" ایلن دیکھو۔۔۔ بستی سے باہر ہی گاڑی روکا۔۔۔

"پوری بات آتے کھائے بغیر بستی میں نہیں داخل ہوا چاہتا۔۔۔ اور پھر یہاں فردی ہماری رہنمائی کرے گی۔۔۔"

"جہاں کہو روک دوں۔۔۔"

"گوئی ساسے ہی مگر دیکھ کر گاڑی کو سڑک سے اتار دینا۔ یہاں بائیں جانب سطح جگہوں کی نہیں ہے۔۔۔"

"ادھر نکل جاؤں۔۔۔" جوزف نے ایک سمت اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "گاڑی بھی سڑک پر سے نہ دکھائی دے گی۔۔۔"

"اے ٹھیک ہے۔۔۔" عمران سر ہلکا ہوا۔

جوزف نے گاڑی ادھر ہی اتار دی جس طرف اشارہ کیا تھا۔۔۔ اور انہی کے تکیے جگہ کا تعین بھی نہیں کر لیا تھا کہ ایسا کج سات آٹھ مسیح آدمیوں نے کبھی طرف سے خود راہ پر گاڑی کو روکنے کا اشارہ کیا۔

"روک دو۔۔۔" عمران آہستہ سے لولا۔

"کہہ رہا تھا۔۔۔" ایک آدمی نے آگے بڑھ کر پوچھا تھا۔

"سب سوچو۔۔۔" عمران نے جواب دیا۔ "ذرا ادھر رک کر کچھ کھائیں نہیں گے؟"

"گاڑی کو وہ سبھی حیرت سے دیکھ رہے تھے۔"

"تلاستی لے گا۔۔۔" اسی آدمی نے کہا۔

"فرد۔۔۔ فرد۔۔۔" ادھر میری زانی سو رہی ہے۔ یہ عمران نے گاڑی کے عقبی حصے کی طرف اشارہ کیا۔

"تلاستی لے گا۔۔۔" اس نے سخت لہجے میں دہرایا۔

"اچھا اچھا۔۔۔" عمران آرتا ہوا بولا۔

"اس نے گاڑی کا عقبی دروازہ کھولا تھا۔۔۔ اور پھر اسے بھی اتفاق ہی کہنا چاہیے کہ ٹھیک اسی وقت گہری نیند سونے والی بھی آٹھ بیٹھ تھی۔"

"حاشیٰ نیند پر اصرار کرنے والا آگے بڑھا تھا۔۔۔ اور نہ نیو کی آنکھوں سے خوف جھانکنے لگا تھا۔"

"عمران نے انگلیش میں کہا کہ دوسرے ہونے کی ضرورت نہیں تم ان کی نظروں سے غائب ہو گئی ہو۔ چپ چاپ بیٹھ رہو۔"

"وہ تھوڑے بھل کر ٹھکی تھی۔ تلاستی لینے والے نے اندر کا جائزہ لیا تھا لیکن اسی صورت آہستہ ہی نظر نہ آئی تھی۔"

"ٹھیک ہے۔۔۔" وہ دوسرے ہلکا دھجے ہنسا ہوا بولا۔

"عمران نے دروازہ بند کر لیا۔ اور وہ لوگ وہاں سے چلے گئے۔"

منواری دیر بعد اس نے پھر دروازہ کھولا تھا۔ زہرہ کے سے عالم میں مٹی نظر آئی۔

”تم نے دیکھا میرا شعبہ۔“ عمران مسکرایا۔ ”انہیں تباری ہی تلاش تھی لیکن تمہیں نہیں دیکھ سکے۔“

”شاید میں خواب دیکھ رہی ہوں۔“ وہ تھکائی ہوئی آواز میں بولی تھی۔

”مجھے وارثہ دوسری۔“

”میں کیسے یقین کروں جبکہ ان سے نظریہ چار ہوئی تھیں۔۔۔ انہوں نے مجھے دیکھا تھا۔“

”پھر کیوں دم دبا کر چلے گئے؟“ پھر وہ تمہیں پھیلاتے ہی نہ ہوں۔“ سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ کم از کم تین آدمی ان میں ایسے تھے جو مجھے دور سے پہچان لیں گے۔“

”تو پھر وہی نامیرے شعبہ کی بات۔۔۔“

”واؤ۔۔۔ یہ مسیکہ چہرے پر بھاری پائی کیسا ہے۔“ اس نے کہا تھا اور چہرے کی طرف ہاتھ لیٹا ہے ہادی تھی کہ عمران نے اسے اشارہ کیا کہ وہ مٹھ کر دیکھیں میری محنت شائع نہ ہو جائے۔“

”کلک۔۔۔ کیا مطلب۔۔۔“

”شعبہ۔۔۔“ عمران نے کہا اور ریک پر سے آئینہ اٹھا کر اس کے سامنے رکھ دیا۔ تھیر زوہ سی آواز اس کے منہ سے نکل تھی۔ ”اور پھر وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر عمران کو دیکھنے لگی تھی۔“

”کیا یہ تم نہیں ہو۔۔۔“ عمران نے مسکرا کر کہا۔

”حم۔۔۔ میں نہیں۔“ وہ احمقانہ انداز میں مس پڑی۔ ”پھر مٹی یہ تو کوئی یوریشین معلوم ہوتی ہے۔“

کالی ککشاں

۔۔۔ اسی نے اب تم صرف انگلش میں گفتگو کر دی۔ دو تین گھنٹے لگیں گے اس میک اپ کی عادی ہوئے ہیں۔“

”لیکن یہ کب اور کیسے ہو۔“

”بیسے بھی بد اس پر میں نام ہوں۔۔۔ ورنہ یہ قاتلی جوشیہ حواس تم مجھے اپنے چہرے پر اتار بھی نہ لگائے دیتی۔“

”کیا کیسا تھا تم نے۔۔۔“ وہ ایک ایک اچھل کر کھڑی ہو گئی۔

”کالی میں خواب آہر دوا شامل کی تھی۔“

”خدا کی پناہ۔۔۔ لال۔۔۔ لیکن۔۔۔“

”اس کے علاوہ اور کوئی چارہ ہی نہ تھا۔ یہ ذکر تا تو تم اس وقت کہاں ہو تھی۔“ میں سرچ بھی نہیں سکتی تھی۔ آخر تم چڑکوں۔“

”دوسروں کے معاملات میں ناگ اڑانا میری ڈلی ہے۔“

”ایک ایسے ماہر سلوم جو تمہیں شائد یہ بلا شک ایک اپ کہلاتا ہے۔“

”تمہارا خیال غلط نہیں۔“

”کس حد تک میرا ساتھ دو گے۔“

”جی جی جی تم چاہو۔“

”میں نام ہوں کہ میں نے انداز میں تمہارے ہائے میں اچھلنے کا انداز نہیں کیا تھا۔“

”کہو خندق میں پڑنا۔۔۔ میں اس پر تاد کا عادی ہوں۔“

”سچ بٹاؤ۔۔۔ تم کون ہو۔“

”علی عمران۔۔۔ ایم ایس سی ڈی ایس سی ٹیکس وغیرہ۔۔۔ اور بھی بہتیری

کو ایسی کیسی شرمیت۔“

”اور تم صحت کفر کیا بیان آئے ہو۔“

”ابھی تک تو یہ خیال تھا لیکن شائد اب تمہاری کالی اندر دل ہی میں رہ جائے۔“

”تم ان خطرات کا تصور بھی نہیں کر سکتے جن سے وہ چار مہر نے والے جو میری
حکایت کا ٹروٹا خاکر۔“
”دیکھا جائے گا۔“

”میرا چہرہ سو لو۔“
”کچھ کر گزرتے کے بعد ہی سوچنے کا عادی ہوں۔“
”خان فتنہ تو غصے میں کرانا پڑے گا۔“
”کیا وہ پہاڑ ہے۔“

”یہی جگہ۔“
”اُس کے ذہن خانے تک پہنچنے کا تہیہ کر چکا ہوں! کاش مجھے تمہارے
والد کے کمرے کی نوعیت کا علم بھی ہو سکتا۔“

”بنا اوقات خان غلط نہیں ہی مبتلا ہو کر بھی دوسروں کی زندگیوں سے کھیلے لگتا ہے؛
”مجھے خوفزدہ کر کے کی کوشش مت کرو۔“
”تمہاری مرضی۔ میں دیکھوں گی کہ کب تک ثابت قدم رہتے ہو۔“
”سب سے پہلے پتہ چک رہا ہے۔“

”میں نہیں سمجھتی۔“
”سناؤ گی میں کیا مناسب رہے گا یا برٹلی میں ٹھہریں۔“

”مجھے تو ڈر ہے کہ میں تم اس بار دنیا بھاگ دوں گی۔“
”اگر نہ نکالیں اس کی شہرت پہنچے تو پتہ ہے کہ اس کی قیمت فروخت پر بھی
جائے گی۔ لیکن اگر تم فروخت کر دینے پر آمادہ نہ ہو تو یہ میرے اچھے طریقے ہیں۔“
”تجسس سے نکل جائے گی۔“

”دیکھا کوئی بہت بڑا جن خان کے تاج ہے۔“

”وہ خود ہی کچھ جن سے کم نہیں ہے۔ اور پھر داراب میرے لوگوں کے آقا

کو ایسا ہی ہونا چاہیے۔“

”کام کی بات کرو۔ خان تو غصے سے قہقہے دے رہا ہے۔ وہ تو برابر ہی دھپتی نہیں ہے۔“
”میں سمجھ گئی۔ تم اس علاقے کے کنٹرول کرنا کام آدھی ہو۔ اور میں یہاں کسی خاص
مقصد کے تحت بھیجا گیا ہے۔“

”میں اب تمہاری کسی بات کی تردید نہیں کر دوں گا۔“
”دیکھا! کیسا پہچانا۔“

”اپنی باتوں کا خود ہی جواب دے رہی ہو!۔ یہ ابھی غلام نہیں ہے۔“
”میرا مرت آنا ہی کتنا چاہتی ہوں کہ کٹاری کے سلسلے میں کسی پر بھی اعتماد نہ کرنا۔“
”یہاں خان کے حکم سے کوئی بھی سہارا نہیں کر سکتا۔“

”تم فی الحال اپنے باپ سے میری موجودگی کا براہ راست اعلان نہ کیا ہو چاہیے۔“
”کچھ مجھ میں نہیں آتا۔“
”اسی رہتے ہو کیلے مکمل کھڑی ہونی چھیں۔“

”میں اب کسی میں اتنی جرات ہے کہ خان کے غلام میرا ساتھ دے سکے۔“
”اچھا اب یہ قدر ختم کرو۔ اور نیچے آ کر دیکھو۔ کیا سب سوچ کے
قریب پہنچ گئے ہیں۔“

”وہ گاڑی سے آ کر چاروں طرف نظریں دوڑانے لگی۔ پھر پلٹ کر حراں
سے بولی یہ دو دو حائل کیل سا سہرا رہا ہے۔ اگر ہم ابھی روانہ ہو جائیں تو غریب
آفتاب سے قبل سب سوچ پہنچ جائیں گے۔“

”عمران نے جواز کے طور پر کچھ دبا دیا تو وہی تعین اور نگاہی پھر مرکز پر آئی تھی۔
”تھوڑی دیر بعد وہ بیسی میں داخل ہوئے تھے اور نہ بونے ایک ایسے باغ کی طرف
دھنکی کی تھی جس میں ہندو دیوے نصب تھے اور کچھ کارٹیاں بھی کھڑی ہوں تھیں۔“

”کچھ سیاح یوں بھی گزرتے ہیں یہاں۔“ اُس نے کہا۔

اور تمہاری بکلی دوستی ہے۔۔۔ اور میں یہاں قہقہہ مچا رہا ہوں۔۔۔ اگر اس طرح گفتگوں میں رہا کی جوتج کو کھرجو کہہ کر آج گیا۔۔۔ میں عمارت کے چپے چپے سے واقف ہوں لیکن مشہور۔۔۔ کیا تم میں اتنی جہت ہے کہ صدمہ کے پرائیویٹ ایجنٹ سے ملکر اس سے محل پر داخلے کی سفارش کرا سکوں۔؟

وہ اس کے علاوہ اور کئی چارہ نہیں ہے۔

مردم جسے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں ہے۔

۱۰۔ خیر تو اب تم مجھے کرنل عمران سمجھ کر مخاطب کر سکتی ہو۔

دفعہ جوہت کا آواز سنائی دے رہا ہے۔ وہ لوگ پھر اصرار کیا کر رہے ہیں !
 آئے دو۔۔۔ عطران نے کہا اور نہ بیٹھے بولا کہ ہماری گفتگو کے دوران میں اس
 طرح غور معلق نظر آنے کی کوشش کرنا جیسے زبان کا کچھ نہیں کہہ سکتی۔۔۔ !

مدنی احتیاط رکھوں گا۔۔۔

دینے اور سونے کے لئے۔

وہ لکریا ہے۔ اس بار ان کے ساتھ ایک نیا ہیرو، بل مرزا، بھی ہے۔

حضرت کو تو یہ سب سننا پڑا، اس لئے مانتے رہے کہ وہ تہا برفروغ کی نگارنی ہے۔

کامیابی کے لیے یہ سب چیزیں اس نے اپنے ساتھ لیں۔ وہ اپنے ساتھ اپنے گھر کے کچھ چیزیں بھی لے گئے۔

وہ میری ساری یاد دہانے کے لئے برہم ہے۔ ان لوگوں کے چہرے پر کیا ہے۔

پھر وہ بیویں جھانکتے پھرے گئے۔۔۔ فرید اچھیں بھورہ ویسی رہا کس۔

ان امور پر تامل و نظر فرمائیے۔ یہ صورتیں دیر بعد عمران سے عیاں ہو سکتی ہیں۔

پروگرام کی تلاش جاری ہے !

”تم نے اس آدمی کو دیکھا۔۔۔ وہ جسکی پستیال پر لمبا سا زخم کا نشان تھا۔“

1992, 1993, 1994, 1995, 1996, 1997, 1998, 1999, 2000, 2001, 2002, 2003, 2004, 2005, 2006, 2007, 2008, 2009, 2010, 2011, 2012, 2013, 2014, 2015, 2016, 2017, 2018, 2019, 2020, 2021, 2022, 2023, 2024, 2025, 2026, 2027, 2028, 2029, 2030, 2031, 2032, 2033, 2034, 2035, 2036, 2037, 2038, 2039, 2040, 2041, 2042, 2043, 2044, 2045, 2046, 2047, 2048, 2049, 2050, 2051, 2052, 2053, 2054, 2055, 2056, 2057, 2058, 2059, 2060, 2061, 2062, 2063, 2064, 2065, 2066, 2067, 2068, 2069, 2070, 2071, 2072, 2073, 2074, 2075, 2076, 2077, 2078, 2079, 2080, 2081, 2082, 2083, 2084, 2085, 2086, 2087, 2088, 2089, 2090, 2091, 2092, 2093, 2094, 2095, 2096, 2097, 2098, 2099, 2100, 2101, 2102, 2103, 2104, 2105, 2106, 2107, 2108, 2109, 2110, 2111, 2112, 2113, 2114, 2115, 2116, 2117, 2118, 2119, 2120, 2121, 2122, 2123, 2124, 2125, 2126, 2127, 2128, 2129, 2130, 2131, 2132, 2133, 2134, 2135, 2136, 2137, 2138, 2139, 2140, 2141, 2142, 2143, 2144, 2145, 2146, 2147, 2148, 2149, 2150, 2151, 2152, 2153, 2154, 2155, 2156, 2157, 2158, 2159, 2160, 2161, 2162, 2163, 2164, 2165, 2166, 2167, 2168, 2169, 2170, 2171, 2172, 2173, 2174, 2175, 2176, 2177, 2178, 2179, 2180, 2181, 2182, 2183, 2184, 2185, 2186, 2187, 2188, 2189, 2190, 2191, 2192, 2193, 2194, 2195, 2196, 2197, 2198, 2199, 2200, 2201, 2202, 2203, 2204, 2205, 2206, 2207, 2208, 2209, 2210, 2211, 2212, 2213, 2214, 2215, 2216, 2217, 2218, 2219, 2220, 2221, 2222, 2223, 2224, 2225, 2226, 2227, 2228, 2229, 2230, 2231, 2232, 2233, 2234, 2235, 2236, 2237, 2238, 2239, 2240, 2241, 2242, 2243, 2244, 2245, 2246, 2247, 2248, 2249, 2250, 2251, 2252, 2253, 2254, 2255, 2256, 2257, 2258, 2259, 2260, 2261, 2262, 2263, 2264, 2265, 2266, 2267, 2268, 2269, 2270, 2271, 2272, 2273, 2274, 2275, 2276, 2277, 2278, 2279, 2280, 2281, 2282, 2283, 2284, 2285, 2286, 2287, 2288, 2289, 2290, 2291, 2292, 2293, 2294, 2295, 2296, 2297, 2298, 2299, 2300, 2301, 2302, 2303, 2304, 2305, 2306, 2307, 2308, 2309, 2310, 2311, 2312, 2313, 2314, 2315, 2316, 2317, 2318, 2319, 2320, 2321, 2322, 2323, 2324, 2325, 2326, 2327, 2328, 2329, 2330, 2331, 2332, 2333, 2334, 2335, 2336, 2337, 2338, 2339, 2340, 2341, 2342, 2343, 2344, 2345, 2346, 2347, 2348, 2349, 2350, 2351, 2352, 2353, 2354, 2355, 2356, 2357, 2358, 2359, 2360, 2361, 2362, 2363, 2364, 2365, 2366, 2367, 2368, 2369, 2370, 2371, 2372, 2373, 2374, 2375, 2376, 2377, 2378, 2379, 2380, 2381, 2382, 2383, 2384, 2385, 2386, 2387, 2388, 2389, 2390, 2391, 2392, 2393, 2394, 2395, 2396, 2397, 2398, 2399, 2400, 2401, 2402, 2403, 2404, 2405, 2406, 2407, 2408, 2409, 2410, 2411, 2412, 2413, 2414, 2415, 2416, 2417, 2418, 2419, 2420, 2421, 2422, 2423, 2424, 2425, 2426, 2427, 2428, 2429, 2430, 2431, 2432, 2433, 2434, 2435, 2436, 2437, 2438, 2439, 2440, 2441, 2442, 2443, 2444, 2445, 2446, 2447, 2448, 2449, 2450, 2451, 2452, 2453, 2454, 2455, 2456, 2457, 2458, 2459, 2460, 2461, 2462, 2463, 2464, 2465, 2466, 2467, 2468, 2469, 2470, 2471, 2472, 2473, 2474, 2475, 2476, 2477, 2478, 2479, 2480, 2481, 2482, 2483, 2484, 2485, 2486, 2487, 2488, 2489, 2490, 2491, 2492, 2493, 2494, 2495, 2496, 2497, 2498, 2499, 2500, 2501, 2502, 2503, 2504, 2505, 2506, 2507, 2508, 2509, 2510, 2511, 2512, 2513, 2514, 2515, 2516, 2517, 2518, 2519, 2520, 2521, 2522, 2523, 2524, 2525, 2526, 2527, 2528, 2529, 2530, 2531, 2532, 2533, 2534, 2535, 2536, 2537, 2538, 2539, 2540, 2541, 2542, 2543, 2544, 2545, 2546, 2547, 2548, 2549, 2550, 2551, 2552, 2553, 2554, 2555, 2556, 2557, 2558, 2559, 2560, 2561, 2562, 2563, 2564, 2565, 2566, 2567, 2568, 2569, 2570, 2571, 2572, 2573, 2574, 2575, 2576, 2577, 2578, 2579, 2580, 2581, 2582, 2583, 2584, 2585, 2586, 2587, 2588, 2589, 2590, 2591, 2592, 2593, 2594, 2595, 2596, 2597, 2598, 2599, 2600, 2601, 2602, 2603, 2604, 2605, 2606, 2607, 2608, 2609, 2610, 2611, 2612, 2613, 2614, 2615, 2616, 2617, 2618, 2619, 2620, 2621, 2622, 2623, 2624, 2625, 2626, 2627, 2628, 2629, 2630, 2631, 2632, 2633, 2634, 2635, 2636, 2637, 2638, 2639, 2640, 2641, 2642, 2643, 2644, 2645, 2646, 2647, 2648, 2649, 2650, 2651, 2652, 2653, 2654, 2655, 2656, 2657, 2658, 2659, 2660, 2661, 2662, 2663, 2664, 2665, 2666, 2667, 2668, 2669, 2670, 2671, 2672, 2673, 26

ہاں۔ لیکن گاڑی کی کماٹی لیتے وقت ان لوگوں کے ساتھ نہیں تھا!

”ہمارے لئے بھی یہی مناسب ہے گا۔“ جو زنت نے لارہ کی ہنسی کی گھنٹ سے لاکھ دو چار ہستہ۔

”لیکن اس کے باوجود وہ کھڑی کی ٹخراں کھڑے ہو کر

”میری موجودگی میں کوئی اے (خود بھی نہیں لگا سکتے گا)۔ حق و نہر کا

۱۰۔ دلچسپی کوئی جرات نہیں کر لکھا: کیونکہ اس وقت قومی فوج کا حال نامعلوم ہے۔

عمران نے کہا۔

بدانہ۔ تو تباراقلہ درم سے کم غائبی سے کہتے ہیں کہ

یہ بھی جانو کہ یہ ایک شعور و باز کار ہے۔ وہ اپنے ذہن و قوت پر فخر کرتا ہے۔

پھر یہ لوگوں کو یہ ایک سجدہ بازی کا رہی ہے۔ بلکہ ان سے کہا۔ میرا مان لو

مجلس شورای اسلامی، ۱۳۸۲، ص ۱۰۰

... ..

”میرے جوہر سے۔۔۔ علم لوگ بھی زحمت میں پڑے ہوں۔۔۔ ہر روز دیر بھر لکھا۔ اور آئندہ

سارے پیرا پھا جائے گا

[illegible]

”سنو، دوست! اس نے عمران کو مخاطب کیا یہ مہرور ریشیٹیں نہیں بلکہ

۱۔ مریسی لڑکی ہوں۔۔۔ زینہ نہیں بلکہ زیا مان لگا ہے۔

۲۔ میری طرف سے کہا

نادر کی جوتکا۔ ۱۰

”ہم کبکشاں میں داخل ہو سکیں گے؛ خان غیر ملکیوں کو عمل دیکھنے کی اجازت

کے دیتا ہے .. بلکہ کسی بھی بہانہ سے بتا لیتا ہے۔ اور فوجیوں سے بھی نہیں

جتا۔ کبھی کبھی فوجی آفیسر بھی کہتا ہے کہ کیا دیکھے گئے ہیں۔ تم کیوں نہ کہیں

تجارتی ساکسرانگ رجاؤ۔۔۔ میں فرانس سے آئی ہوں۔۔۔ امدید تمہارا نیگرو باڑی

مصابحِ صرورت! اسٹیج پر ہی تھی... آج پہلی بار دیکھا ہے... ابا کو اسی نے گرفتار کیا تھا! لیکن سنو... کیا تمہاری گاڑی پر اس وقت فوج کا نشان موجود نہیں تھا جب انھوں نے تلاشی لی تھی؟

”موجود تھا۔ انھوں نے تو تیرے ہی ہونگے۔ دیکھ یہ نشانات بدلے بھی جا سکتے ہیں۔۔۔ کب تو مل سبریں! اسے کئی قسم کی ملکیت بندوں!“

”آخر تم ہو کیا چھپسہ۔۔۔؟“

”اِس نشان کے ساتھ تو کئی ہوں... فلم کپنی والے نشان کے ساتھ ماسٹر جھاپک کھانا دے گا۔ دیکھ بات صرف اتنی ہی ہے کہ مجھے کتنے سے کانا تھا۔۔۔!“

”وہ اُسے عجیب سی نظروں سے دیکھ جا رہی تھی۔۔۔ دفتر بولی یہ یہ تم نے کتوں کی تصویر یہ گاڑی میں کیوں لٹکا رکھی ہیں۔۔۔!“

”جب سے کتنے سے کانا ہے۔ یہ کیفیت بڑھ گئی ہے۔۔۔!“

”یہاں خفیہ آثار کرسچینک دہن گی۔ کتنے کچے اچھے ہیں گئے۔۔۔!“

”اچھے تو کچے بھی نہیں گئے۔ لیکن بہر حال کتوں میں تو زندگی بکس رہی ہے۔۔۔!“

”بسا اوقات تمہاری بولی بات میری کھیریں ہیں آتی۔۔۔!“

”وہ آج تو پہلا ہی دن ہے۔۔۔!“

”لیکن مجھے تو ایک سال لگ رہا ہے۔“

”کبھی کتنے تو نہیں کانا تھا۔۔۔!“

”ختم کرو فضول! اتنی۔۔۔ اب ہمیں صرف اسکی نگرانی کرنی چاہیے کہ جوار جوار کھکشاں کسکے سا کی ہو جاتے۔۔۔!“

”وہ بھی ہو جائے گا: ہم پرائیویٹ اینڈسٹری سے ملوں گا۔۔۔!“

”نہیں دوسرا! وہ پُر تعجب ہے مجھے ہی بولی یہ یہ طریقہ کار اگر نہیں ہو گا۔ اگر اس طرح ہم کھکشاں میں داخل بھی ہو گئے تو اِدیت خانے تک ہرگز نہ پہنچے

کہیں گئے۔ ہر وقت پہلی گھڑی کی جائے گی۔۔۔“

”یہ بات تو ہے۔۔۔“ عمران سرسہ جاکر بولا۔

”گھر کسی اور طریقے سے کھکشاں والوں کی لاعلمی میں داخل ہو سکیں تو وہاں بہتوں کچھے رہ سکتے ہیں کسی کو قانون کا جان جڑ نہ ہوگی۔ وہ تلخو نما عمارت مزدور سے نیک دل کوئی باقاعدہ قسم کی فوج نہیں رہتی۔۔۔ خانا کے ایک درجن سپاہیوں کے علاوہ چند ہی افراد اور ہیں۔۔۔“

”اگر میں پہلے کبھی یہاں آچکا ہوتا تو آج دوسری صورت ہوتی۔ خود ہی کوئی راستہ پیدا کر لیتا۔۔۔!“

”میری ایک تجویز ہے اگر تم اس پر عمل کر سکو مسئلہ صرورت تو اُو غائب ہو جائے گا۔۔۔ ہم اس طرح جائیں کہ اس جہی نہ معلوم ہوں۔ تم نیک آپ کے ایکسپٹ ہو گیا یہ ممکن نہیں۔۔۔“

”ہر طرح کا نیک آپ ممکن ہے۔۔۔!“

”یہاں ایک دوکان طلا تانک طلاہوسات کی بھی ہے۔ ہم چارواہوں کا ہمیں بدل نہیں گئے ہیں فستاد تو غائب ہو چکا ہیں۔۔۔ پھر کھکشاں میں داخل ہو گیا۔۔۔ میری کاروائی۔۔۔“

”مجھے منظور ہے۔۔۔!“

”لیکن ساتھ ہی ساتھ یہ بھی ہے کہ میں کسی طرح کی یقین دہانی نہیں کر سکتی۔۔۔“

”جو کتا ہے۔۔۔ ہماری موت ہی نہیں اس طرح سے جا رہی ہو۔۔۔!“

”لے جائے دو۔۔۔!“

”کیا مطلب۔۔۔!“

”مزایہ دہر کی باہمی سوچا میرے کسی کا ات فیہ۔۔۔!“

”کیا تمہارے آگے کچھ کرنا نہیں ہے۔۔۔!“

”آگے سننا اور پیچھا نہ کرنا ہے۔۔۔۔۔“

”جی نہیں سمجھی۔“

”کچھ کیجئے کی ضرورت نہیں ہے، اگر مجھ پر اعتماد کر سکتی ہو تو کرو ورنہ تہلہ زارہ اور میری اور۔“

”وہ خاموش ہو گئی تھی۔۔۔ پھر عمران اور جنت بڑی دیر تک مروجہ سے آہستہ آہستہ بات کرتے رہے اور وہ دور سے اُنھیں کشش کے عالم میں دیکھے جا رہی تھی۔“



”اس آدمی کو سمجھنے کی کوشش میں قبل از سر زینا اپنی اُلجھنیں بھی محو ہو گئی۔ کبھی وہ اُسے دیرانہ معلوم ہوتا۔ کبھی احمق اور کبھی ایتنا عاقل و نسیم کا پیہما مت بریقین نہ آتا۔ وہ اُس سے اس بات پر کچھ پوری طرح متفق ہو گئی تھا کہ چودا ہوں کے بعد میں تزاؤ کا سفر کیا جائے، دوسرے دن اُنھوں نے اس سبیلے کی ماری تیار کیا۔ کتنی کھین اور تار ہارنے سے وہاں سے چلے پڑے تھے۔“

”معاذی اللہ! شاید خیر بھی تھی اور میرا خدیں عمران نے جلنے کن نہ ہر دوں سے اس حال کو بہرہ نیا دیا تھا کہ وہ مہینوں کی احتمال شدہ معلوم ہونے لگی تھیں۔“

”ہیدلر وہ لگی ہوئی تھی اور جردن جھانڈی سمیت سیرم وہ لگ تھا۔ ویسے وہ بڑی مشکل سے اس پر آمادہ ہوا تھا۔ عمران کا ساتھ نہیں چھوڑنا چاہتا تھا، لیکن حکم کی قبول سے دو گردانی بھی نا ممکن تھی۔“

”کچھ دور چلنے کے بعد عمران نے کہا: ”ایک کام تو وہ یہی گیا ہے۔“

”کیا؟“ ”نہیں چلتے چلتے رک گئی۔“

”میں نے اپنے گلے میں ایسی تختیاں تو لٹکائی ہیں جنہیں جی پر تحریر ہوتا کہ ہم چور ہے ہیں۔“

”اوہا۔۔۔ وہ بھی ہو جائے گا۔ نہ بڑے کہاں نہ ہاں سے تین چار میل کے فاصلے پر ایک سب سے: ”وہاں سے ہم چند پھیر ہی خریدیں گے۔“

”کچھ دور ٹھک پر چلنے کے بعد نہینے کے ایک جانب کی ڈھلان میں اُن کا شروع کیا تھا اور پھر اُس کے بعد سے دُشوار گزار راستوں پر چلنا پڑا تھا۔“

”اور میرے میں کہاں کہاں ٹھکاؤ گی۔“ عمران نے کہا۔

”دُرا دریں چاند نکل آئے گا۔“ میں چاہتی ہوں کہ ہم اس طرح اُس بستی میں داخل ہوں کہ کسی کو علم نہ ہو سکے۔“

”کچھ رستہ میں۔“

”جہاں سے پھر پھر خریدنی ہی: اچھا کرتے چلو۔۔۔ اپنے بارے میں کچھ اور بھی بتاؤ۔“

”میں اپنے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتا۔“

”تو پھر مجھے یہ کھسا چاہیے کہ تم کوئی فرستہ ہو، چھ خدا نے میری مدد کیلئے بھیج دیا۔“

”میرے بارے میں جاننے کی خواہش کرنے کی بجائے میری مدد کرو۔“ عمران پوچھا

”جی نہیں سمجھی۔“

”اپنے بابا کے بارے میں بات کرو۔ کیا وہ مال کے ساتھ خود بھی سفر کرتے ہیں؟“

”لایہ تری ہی ہوتا ہے۔“

”کبھی انھیں رحمت بھی کیا ہے ایسے ہی موقع پر۔“

”بارے۔۔۔“

”معاذی اللہ! کے وقت وہ مضرب نظر آتے ہیں باپہر سکون۔۔۔“

زین نے فوراً ہی جواب نہیں دیا تھا۔ کچھ سوچنے لگی تھی۔۔۔ تھوڑی دیر بعد
بولی: بڑا عجیب سوال کیا ہے تم نے۔۔۔ ان۔۔۔ اب میں سوچتی ہوں۔۔۔ میں
سے انھیں ہمیشہ مضطرب پایا ہے۔۔۔
"میرا بھی یہی خیال تھا۔۔۔ عمران صراحت کر لیا۔۔۔ ماں کی تجارت قانونی
نہیں معلوم ہوتی۔ وہ ضروریات زندگی کی اسٹاکنگ کرتا ہے۔۔۔
"نہیں۔۔۔ غلط ہے۔" ابا کہہ رہے تھے کہ خان کے پاس اجازت لازم ہے
"مریت فریڈلینڈ پر آمد کرنے کا اجازت امر ہے اس کے پاس۔۔۔ میں
نے آج ہی تصدیق کی ہے۔ تم غلط، شکرا درجی کا بھی تذکرہ کر چکی ہو۔۔۔
"میں نے غلط نہیں کہا تھا۔ ایسی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ ٹرکوں پر کونسی
اشیاء لادی جاتی ہیں۔۔۔
"اسٹاکنگ اچھی لڑکی اسٹاکنگ۔۔۔
"ہر سکتا ہے۔۔۔ اور حراستی سمجھ بھی نہیں ہے۔۔۔
"خیر بھگتا: مجھے اس سے سروکار نہیں۔ دیکھنا ہے کہ کہتارے یا بھارتی
کا انٹر آفین مائد کیا گیا ہے۔۔۔
"عمارت ان کی رہائی باقی ہوں۔۔۔
چاند چڑھتے ہی وہ ایک جگہ بیٹھ گئے تھے۔ اور تھپے سے کھانا نکالا تھا۔
کھانے کے دوران میں مزے لیتے کہا: بستی میرا بچہ کچھ کم تو گئے ن مانا۔
بھڑوں کا سرواڑہ کر دیں گی۔۔۔
"یعنی تمہارا گوشت کا نام۔۔۔
"بھوش کی دوا کرو۔۔۔ بیان کے چڑا ہے اتنے مالدار نہیں ہیں کہ ملازم رکھ سکیں۔
یہاں تمہیں اپنا۔۔۔ اپنا۔۔۔ شوہر ظاہر کروں گی۔۔۔
"وہ تو گھٹا بڑا ہی ہے۔۔۔ ظاہر دہر کرنے کی کیا ضرورت ہے۔۔۔"

"میں تم سے متفق نہیں ہوں! شوہر بہت بڑا کرتے ہیں!۔۔۔
"اسی صورت میں اگر بڑی چنگاچ گئی ہو۔۔۔
"دیکھتے تھے، تم کہنا چاہتے ہو کہ میرا ان انھیں زبان کھولنے کا موقع نہیں دیتی؟
"عمران نے دہرایا۔۔۔ پھر اس نے اپنے اٹھا کر اسے بھی خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔
ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ کچھ سے کسی کو کشش کر رہا ہو۔ اور پھر اس نے تھپے سے
نکالی ہوئی اشیاء کو سمیٹ کر دوبارہ تھپے میں رکھنا شروع کر دیا تھا۔ زین بھی
کھانا کھا چکی تھی۔ عمران کے دھیسے پر وہ بھی اکتنے لگی۔۔۔ پھر اٹھ کے
اشارے سے اسکی وہ پہچان گئی تھی اور عمران نے جو ٹوٹ پر اٹھ کر چھپ
رہے تھے اشارہ کیا تھا۔
اور پھر تھپوں کی آواز میں واضح ہوئی تھی تھیں۔۔۔ زین نے اکیدم اٹھنا چاہا
لیکن عمران آگاہ تھے کہ وہ آہستہ سے بولا یہ جیسی رہو۔۔۔ آواز میں کئی اطراف سے
آ رہی ہیں۔۔۔۔۔
اتنا وہ غلط نہیں نکلا تھا۔۔۔ چھ افراد نے دائرے کی شکل میں انھیں گھیر
لیا تھا۔۔۔
"دق ٹوک کون ہو۔ اور بیان کیا کر رہے ہو۔۔۔؟ کبھی نے ڈپٹ کر پوچھا تھا۔
"مسا فسر ہی۔۔۔ زین بولی۔
اور پھر کئی مارچوں کی روشنیان آں کے چہروں پر پڑی تھیں۔۔۔ عمران نے
آؤں کی طرح دیکھنے سے بچائے۔ اور پھر کسی گونگے کی طرح خود بھانے لگا۔ جیسے
آنکھوں پر تیز روشنی پڑنے کی وجہ سے، طلاء اٹھا ہو۔
"کبھی جا رہے ہو۔۔۔؟ پھر کچھ چاہا۔
"صحیح ہے۔۔۔ زین بولی۔
"لیکن تم لوگ سعد کچ کے تو نہیں معلوم ہوتے۔۔۔"

”ہمارے جیسا سعد گنج... زمانہ سے آئے ہیں۔“

”سعد گنج ہی کس کے گھر جا رہے ہیں۔“

”سکال پیر کی زیارت کو آئے ہیں۔“

دفعہ آں میں سے ایک نے دوسرے کا بازو پکڑا۔ اور آسمے دوڑے جا کر آہستہ آہستہ کچھ کچھ لگا۔ عمران نے طرے سالسل میں جس بات کا خدمتہ تھا وہی پتہ لگاؤ تھا۔ زینہ کی آواز پہچان لی گئی تھی۔ ذرا سی بھی تیرہ لی اچھا آواز میں نہیں کر سکتی تھی۔

وہ دونوں پھر ملے آئے۔ اور دواہر مارچ روشن کی اور اسی روشنی میں عمران نے اُس شخص کو پہچان لیا جس کے بارے میں زینہ نے بتایا تھا کہ دلرب ہی ہو سکتا ہے۔

روشنی کا راز زینہ کی طرف دیکھ گیا! عمران پھر شور مچاتا ہوا مارچ دوسے دور زینہ کے درمیان آ گیا۔۔۔

”اے پکڑو۔۔۔“ وارباب نے اپنے آدمیوں سے کہا تھا۔

تین آدمی عمران کی طرف بڑھے ہی تھے کہ زینہ بھی اچھل کر کھڑی ہو گئی۔

”خبردار جو اے ہاتھ لگایا بدتمیز۔“ زینہ نے عمران کا ڈنڈا اٹھاتے ہوئے کہا تھا۔۔۔

لیکن تین آدمی پہلے ہی عمران پر چھپے تھے۔ اور پھر زینہ یہ نہیں دیکھ سکی تھی۔ وہ کس بنا پر اچھل اچھل کر دوڑ جا رہے تھے۔

دیکھ خود اُس نے اُس شخص پر ڈنڈا اٹھایا تھا جسے وارباب کی حیثیت سے شناخت کر چکی تھی۔ وہ اچھل کر پیچھے ہٹا ہوا دڑا۔۔۔ رعد تو بائیں تو نہیں ہو گئی ہے۔ ہاتھ سے میں کون ہوں۔۔۔

”سکال ہیر کے زائر کو کہ پشیمان کرے والے شیطان ہی ہو سکتے ہیں۔“ زینہ

میں چننی تھی۔

”اور عمران آں پاؤں کی درگت بناتے ہیں راستہ! کبھی طرح اُن کے تالاب ہی میں نہیں آتا۔“

”اُس گونگے کو روک لے ورنہ پچھانے گی! اچھ خان کے آدمی ہیں۔“ وارباب نے کہا۔

”اے کوئلے کیوں نہیں بتایا تھا۔“ وہ عمران کی طرف دوڑی تھی۔

”ہٹ جاؤ۔۔۔“ شہر۔۔۔ تم لوگ۔۔۔ وارباب نے اپنے آدمیوں کو لکھایا۔۔۔

”چوہاں تھا وہاں ترک حیا! لیکن عمران ہاتھ لگا ہوا تھا، خفیہ لکھنا۔ ہار زینہ

اُس کے قریب پہنچی تھی اور اُس کا شانہ چھک چھک کر اشاروں سے کچھ بھانے کی

کوستش کرنے لگی تھی۔

اور پھر عمران نے اُن سمجھوں کو جھک جھک کر ناشرینا کر دیا تھا اور وارباب کے سامنے اُپ رہے تھے۔

وارباب نے زینہ سے کہا۔ ”میں ایک چائلہ عورت کی تلاش ہے جو گھر سے

نکل گئی ہے۔ لیکن ہم اُسے پہچانتے نہیں ہیں۔۔۔ میرے ایک آدمی کو شہر کی آواز

اُسی کی آگئی تھی۔“

”جاؤ۔ کوئی بات نہیں۔۔۔“ زینہ نے فراخ دلی کا مظاہرہ کیا۔

”یہ۔۔۔“ شہر۔۔۔ وارباب نے عمران کی طرف ہاتھ اٹھا کر کچھ کہت چلا

اور زینہ جلدی سے بولی ”میرا آدمی ہے۔۔۔“

”مہبت تیز معلوم ہوتا ہے۔“

”تجسس جلد ہی ہوسن آگیا تھا۔“ ورنہ یہ تھا کہ کسی ساتھی کی گردن

فرور توڑ دیتا۔“ زینہ نے اپنے لہجے میں پادشاہانہ کرنے کی کوستش کرتے ہوئے کہا۔

”پلہ۔ دل صاف کرو۔“ کہو تو ہم تمہیں سعد گنج پہنچا دیں۔ ہمارے پاس گکاری ہے۔“

”میرے باپ دادا بگھمیدل زاریت کو جاتے تھے۔۔۔“
 ”اچھا۔۔۔ اچھا۔۔۔ اُس نے اپنے آدمیوں کو پلنے کا اشارہ کیا تھا۔
 پھر وہ ڈھلان میں اُترتے چلے گئے تھے۔۔۔“
 ”خواہ مخواہ۔۔۔“ عمران سسرہ لگا کر جستہ سے بولا۔۔۔
 ”کیا اشارہ اداکاری کی تھی تم نے۔۔۔ واہ۔۔۔“ زین نے کہا۔
 ”مجھے یقین ہے کہ اسے تنہا ہی باتوں پر یقین نہیں آیا۔ اب وہ چھپ کر
 ہماری نگرانی کریں گے۔ لہذا مجھے گرنگی مار دینے دو۔“ لہلہ پر عبور کر کے
 ”اور اب ہمیں زاریت گاہ بھی ہمیں صاف دیکھ رہی تھی۔۔۔ چلا چھا ہے۔۔۔“
 ”بھی دور ہو جائے گی۔۔۔“
 ”بھڑکی نہ خرید سکیں گے۔۔۔“
 ”کیوں۔۔۔“

”اُس صورت میں اگر انھوں نے چھپ کر نگرانی کی۔۔۔ مضحکہ خیز بات ہوگی
 کہ زاریت کرنے کے بعد بھیڑی خرید کر انھیں چڑتے ہوئے قراقرغ کی طرف
 چل پڑیں۔۔۔“

”ٹھیک سمجھتے ہو۔۔۔ کھیل بگڑ گیا ہے۔۔۔ ایک ٹھہرو۔۔۔ ہم دیکھیں گے کہ وہ
 ہماری نگرانی کرتے بھی ہیں یا نہیں۔ محض قیاس کی بات ہے۔۔۔“
 ”ہلرہ بیٹھاؤ۔۔۔ فردا ہی دوپہر بھی مناسب ہوگی؟“ عمران نے کہا۔
 ”لیکن ایسی جگہ بیٹھا چلے کہ چاروں طرف نظر رکھ سکیں۔۔۔“
 ”مطلق صاف تھا اور چاندنی بڑی شفاف لگ رہی تھی۔۔۔“
 ”مٹھوڑی ہی دیر میں انھوں نے جگہ کا انتخاب کر لیا۔
 ”تم بہت پختہ ہو۔۔۔“ زین نے کہا۔
 ”مشہدہ بازوں کو بڑی محنت کرنی پڑتی ہے۔۔۔“

”یقین نہیں آتا کہ تم محض مشہدہ باز ہو۔۔۔“
 ”تنہا ہی اس بات کا میرے پاس کوئی جواب نہیں ہے۔۔۔“
 ”یہ طریقہ جو ہم نے اختیار کیا ہے۔۔۔ کیا یہ مضحکہ خیز بھی ہے؟“ زین نے کہا۔
 ”تم ہمارے خوبصورت تنہا ہی تھی۔ میں نے تو کہا تھا کہ پرنسپل ریکٹ سے
 سندش نامہ حاصل کر کے ماں کے مہمان ہی بن جائیں گے۔۔۔“
 ”بس پھر مہمان ہی بنے رہتے۔ یقین کرو۔ ہر وقت نگرانی ہوتی ہے۔“
 ”اوہ۔۔۔ حق کرو۔۔۔ دیکھا جائے گا۔ کیوں نہ ہم کوئی مناسب سی جگہ
 تلاش کر کے آرام کریں اور صبح ہوتے ہی سعد گنچہ کی طرف روانہ ہو جائیں۔۔۔“
 ”دھلو دیو بنی ہوئی۔ اب تو سیدھے کلاں پور کے مزار پر پہنچنا
 ہے۔“ زین نے کہا اور جگہ کی تلاش شروع کرنے کیلئے اُٹھ کھڑی ہوئی۔

عمران اتنا مجبور تو نہیں تھا کہ دوسرا میک اپ نہ کر سکتا؛ حضرت
 کی ساری چیزیں اُس کے دونوں تھیلوں میں موجود تھیں۔ کچھلی راستہ
 انھوں نے ایک چھوٹا سا غارت خانہ کر لیا تھا اور باری باری سے سوتے
 جاتے رہے تھے۔ دوسری بجے نہ زین نے عمران سے کہا کہ ہم بھیڑی
 مزار خریدیں گے۔ کیا تم دوسرا میک اپ نہیں کر سکتے۔۔۔؟
 زاریت گاہ تک ہم اسی میک اپ میں جائیں گے۔“ عمران نے جواب
 دیا۔ وہاں صبر کر دیکھیں گے کہ ہماری نگرانی تو نہیں کی جا رہی ہے۔“
 ”اب میں مطمئن ہوں۔۔۔“ زین نے طویل سانس لی۔

وہ بھر مل پڑے تھے۔ لیکن شام سے پہلے زیارت گاہ تک نہ پہنچ سکے۔
 اُن کا تعاقب تو نہیں کیا گیا تھا۔ لیکن جب وہ زیارت گاہ میں پہنچے تھے
 تو داراب اور اُس کے ساتھیوں کو وہاں موجود پایا تھا۔ فاقہ وہ زمین کے
 بیان کی تصدیق کرنے کے لئے وہاں رُکے تھے۔
 زلمت گھاٹی، دائروں کے قیام کے لئے ایک بہت بڑا سامان تیار کیا
 گیا تھا جس میں عورتوں اور مردوں کے قیام کے لئے الگ الگ جگہ بنائے
 گئے تھے۔

زیرِ طاقین والے جیسے میں پہنچی تو اُسے اپنی بستی کی تین عورتیں نظر
 آئیں جن کے یہاں بونے کا جواز نہ تھا لیکن وہ تو غرضاً ممکن سا نظر آتا تھا۔
 زمین پر سوچا گیا داراب انہیں لایا۔ اگر وہی لایا ہے تو مقصد اس کے
 علاوہ اور کچھ نہیں ہو سکتا کہ ایک اپ کا شبہ جو مانے کی بنا پر وہ آواز اور قتل
 حرکت کے انداز کی شناخت کرا رہا تھا ہے۔

زمین نے اپنی جال میں پکڑی ہوئی سنگڑاٹ پکڑی اور اُس کے قریب سے گزرتی
 ہوئی گئی۔ انہوں نے اُسے بغور دیکھا تھا۔ لیکن وہ اُن کا طرہ متوہ نہیں
 ہوئی تھی۔ اس روئے کا اُن تینوں پر کوئی اثر نہیں ہوا تھا: وہ آگے بڑھی
 تھیں اور اُس سے بڑھنے لگی تھیں کہ وہ کہاں سے آئی ہے۔۔۔

زمین کے چونٹ آہستہ آہستہ دل رہے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کوئی
 درد کر رہی ہو۔ پھر اُس نے اسی طرح انکسین نکال کر سر کو احتیاجی جستن ہی
 تھی جیسے درد کے دوران میں گفتگو کرے پر مجبور کر کے وہ اُس پر زبانی کر رہی
 ہوئی۔۔۔ تینوں چپ چاپ ڈور جا بیٹھیں اور انہیں یہاں سرگوشیاں کرنے
 گئیں۔۔۔ پھر اُن کے باہر چلی گئی تھیں۔

ادھر مردان جیسے میں داراب اور اُس کے باچوں سمیت عمران کے گرد

نڈھار رہے تھے۔۔۔ اور وہ اُن سے اس درجہ لائق نظر آتا تھا جیسے انہیں
 پہچاننا مشکل نہ ہو۔

کچھ دیر بعد داراب نے شاید کچھ کرگڑنے کی کٹائی تھی اور اُس کے قریب
 ہو چکر کھڑا تھا۔ کہاں سے آئے ہو چکا تھا۔

عمران نے اوٹ کی طرح منہ اٹھا کر مل ای ای۔ ایل۔ ییل۔ شروع کر دی۔
 "اوہ۔۔۔" داراب نے جبر سے بدتر زندگی کے آثار پیدا کیے تھے اور دوسری
 طرف مڑ گیا تھا۔

عمران اور زمین نے وہ رات وہی گزار لی تھی اور صبح ہونے پر داراب اور
 اُس کے ساتھی نہیں دکھائی دیئے تھے۔ زمین کی بستی کی تینوں عورتیں بھی جگہ کی تھیں
 دن بھر سے وہ بھی واپسی کی تیاریاں کر کے گئے۔ زیارت گاہ سے سترے کے
 واسطے پر زمین نے اُس جگہ کا تعین پہلے ہی کر لیا تھا جہاں انہیں دوسرا
 ٹیک آپ کرنا تھا۔

وہ جگہ واپسی ہی کے راستے پر تھی لیکن عمران کے دہیے میں کسی قدر
 پچکا پستھائی جاتی تھی۔

دیکھا جاتا ہے: اب کیا سوچ رہے ہو۔۔۔ زمین نے بوجھا۔
 "میں اُس شخص داراب کی طرف سے ملیں نہیں ہوں۔ حالانکہ آدمی معلوم
 ہوتا ہے۔۔۔"

تب زمین نے اُسے اپنی بستی کی اُن تینوں عورتوں کے پاس میں ستایا
 جس سے زنا۔ قیام گاہ میں ملاقات ہوئی تھی۔ اس نے کہا: وہ مجھ سے گفتگو
 کرنا چاہتی تھیں۔ لیکن میں نے موقع ہی نہیں دیا۔ چادر بچھا کر گلیں پڑھی سترے
 کر دی تھیں۔

یہ دوسری ہوئی۔ عمران سر ہلکا کر رہا۔ داراب سے پہچاننا مشکل

ہو جائے گا، ان سیدھی سادھی عورتوں سے گفتگو نہ کر کے تم نے اچھا نہیں کیا۔
آواز میں معمولی سا بھاری پن پیدا کر کے تم انھیں مطمئن کر سکتی تھیں۔

”تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ واقعی تم سے غلطی ہوئی۔“

”وہ داراب کو اس پر یقین نہیں ہے کہ تم جیگرنگا ہو۔“

”جیگے کہہ سکتے ہو۔“

”بس اندازہ ہے میرا۔“

”پھر اب کیا ہو گا۔“

”میرا خیال ہے کہ ہم ابھی یہیں رُکے رہیں؛ ذرا یہ قربتاؤ۔ کیا وہ یہاں
کوئی ہنگامہ برپا کرنے کی جرات کر سکیں گے۔“

”حوالہ جی نہیں پیدا ہوتا۔ اس سے مزار کی بچھڑتی ہوگی۔ جسے کوئی بھی
جنہی برداشت کر سکتا۔“

”میرا بھی یہی خیال تھا۔ اس لئے فی الحال یہ تمہارے لئے محفوظ ترین جگہ ہے۔“

”بہت دیر ہو رہی ہے؛ کہیں وہ بابا کو حتمی فیصلہ نہ کر دیں۔“

”آخر انھیں تمہاری تلاش کیوں ہے۔۔۔“

”میں تمہیں پہلے ہی بتا چکی ہوں کہ داراب نے بابا سے میرا درستہ مانگا تھا۔“

”بات کو سن نہیں آتی۔“

”خان اگر کسی گھر سے کے ایک آدمی سے ناراض ہوتا ہے تو اس کی یہی
کوشش ہوتی ہے کہ اس سے متعلقین میں سے کوئی بھی نہ بچے۔“

”میرا ہوشنے کا کیا ہو گا۔“

”یہی تو اچھا ہے۔“

”مجھ تو یہ بات کروں داراب سے۔“

”کیا کہہ رہے ہو۔۔۔ وہ انھیں مکان کی روٹی بات سمجھا کر۔۔۔ میں

کہہ رہی تھی اگر داراب یہی چاہتا ہے تو اسے میری حفاظت کرنی چاہئے نہ کہ
میری ہی گرفتاری کے ورہے ہے۔“

”معلوم نہیں وہ کیا چاہتا ہے۔ ہو سکتا ہے اسی لئے تمہاری تلاش
میں ہرگز تہی نہیں چھوڑے گا کہ ان کی دسترو سے بچ سکوں۔“

”خدا جانے۔۔۔ میں اب کوئی ایسی تدبیر کروں کہ ان کے ہر پہلو پر چکریں۔“

”احتیاط ضروری ہے۔ اگر اس علاقے میں پہلے بھی آنا ہوتا تو تمہیں اتنی

پریشانی نہ ہوتی۔“

”خیر ان اُسے زمانہ اقامت نگاہ کی طرف بھیج کر خود مکمل کھڑا ہوا تھا۔

آئے یقین تھا کہ داراب اور اس کے ساتھی انھیں اس پاس ہی موجود ہیں۔“

”ٹھیکے کے سے انداز میں چل چلاؤ اس طرف ہمارا تھا جہاں اپنا کچھ

سامان زیارت جگہ تک پہنچنے سے قبل چھپا دیا تھا اور وہیں دوسرا

میک آپ کرنے کی بھی تجویز ہوئی تھی۔ پچھلی رات نیند پوری نہیں ہوئی تھی

اس لئے ذہن کچھ بوجھل سا ہوا تھا اور نہ شاید اس حد تک بچھبھری

طاری۔ ہوتی کہ کوئی اپنا کام کر جائے۔“

”جیسے ہی دو جٹانوں کے درمیان سے گزر کر آگے بڑھنا چاہتا سر کے

پچھلے حصے پر قیامت لڑی تھی۔۔۔ جو قبل میں منہ کے بل نیچے چل رہا۔۔۔ میر

دوارہ آگے کی مہلت نہیں ملی تھی۔ ایک وقت کئی آدمی چپ بچھے تھے۔

ایک بار اور حزب لگائی گئی تھی سسر پر اور وہ تاریکیوں میں دو جٹا

چلا گیا تھا۔“

زینو بے بسی سے اُس کی منتظر تھی۔۔۔ ماٹے کہاں غائب ہو گیا تھا !
کئی بار مردانہ آقا تہہ کاش کرتی تھی لیکن وہ دکائی نہیں دیا تھا۔۔۔
آنکھیں بڑھی رہی۔

دو پہرے کھانے کیلئے لنگر خانے میں پہنچی تھی۔ جہاں ایک عورت نے
اُس کے استوہر کی غیریت پر بھی۔

”اے جو سن آیا کر اب تک بیہوش ہے۔۔۔“

”۔۔۔ جانے کیا کہہ رہی ہو۔۔۔ زینو اُسے گھورتی ہوئی ہوئی۔

”اے تو تمہیں پتا ہی نہیں۔۔۔ عورت کی آنکھیں حیرت سے پھل گئیں۔

”خدا کے جلدی ساؤ کیا بات ہے ! میں دیر سے اُسے ڈھونڈ رہی ہوں نہ چلتے کہدھر نکل گیا۔۔۔“

۔۔۔ ارے وہ زخمی بھی تھا اور بیہوش بھی کوئی دو گھڑی کی بات ہے !

وہ لوگ اُسے جراح کے حجرے میں لے گئے ہیں۔۔۔

”کہہ رہے جراح کا حجرہ۔۔۔ مجھے وہاں لے چلو۔۔۔“

اور پھر وہ کہاں کھائے بغیر اُس عورت کے ساتھ نکل کھڑی ہوئی تھی !

وہ لوگ کون تھے جو اُسے لے گئے ہیں۔۔۔ زینو نے پوچھا۔

”میں اُنہیں نہیں جانتی۔۔۔ تنہا ہی طرٹ میں بھی زیارت کو آتی ہوں۔

میں نے سنا تھا زیارت کے حجرے میں لے گئے ہیں۔۔۔ جراح کا حجرہ بھی نہیں

جانتی ! کسی سے پوچھ لیں گے۔۔۔“

جراح کے حجرے تک پہنچنا مشکل نہیں تھا۔۔۔ بسنی کی مشہور جگہ تھی !

اور پھر جب وہ اندر پہنچی تو بے خبری میں وہی عورت اُس پر ڈوٹ

پڑی۔ کسی جانب سے تین عورتیں اور بھی برآمد ہوئیں اور دیکھتے ہی دیکھتے

اُسے ہاندھ کر ایک طرفٹ ڈال دیا۔۔۔

”آخر تم لوگ چاہتی کیا ہو۔۔۔ وہ مطلق پھاڑ کر چیختی تھی لیکن وہ کوئی
جواب دینے بغیر وہاں سے چلی گئی تھیں۔

زینو اس طرح ہندھی پڑی رہی۔۔۔ گھڑی دیر بعد اُس نے شرمیسا

شروع کیا تھا ! اور دو عورتیں پھر اندر آئی تھیں اور اُس کے مزید سن

تک کپڑاٹھوس دیا تھا۔ پھر اُس پر بھی قسطنطینیائی عورتیں تھیں۔۔۔

دوبارہ جوش آنے پر اُس نے محسوس کیا تھا کہ وہ جسمانی طور پر آزاد ہے !

تو میں شرمیسا جانے والا کپڑا بھی نکال لیا گیا تھا۔۔۔ لیکن اس قدر اندھیر

تھا کہ ہاتھ کو ہاتھ نہیں سمجھتا تھا۔۔۔ وہ آٹھ بیٹی اور چھ بیٹے

ایک جانب کھینکے گئی۔۔۔ فرش ہوا تھا۔۔۔ جیسے کسی کمرے کا فرش ہو۔

لیکن وہ تاری۔۔۔ عجیب تھی۔۔۔ دھندلے وہ چوکھڑی تھی۔۔۔ کہیں میاں

بھی تو نہیں کھو بیٹھی۔

پھر دیر تک آنکھیں مل کر اندھیرے میں گھورتی رہی تھی۔۔۔

”اسے کوئی ہے اس پاس۔۔۔“ دھندلے وہ رور سے چیختی تھی۔۔۔

”کک۔۔۔ کرن ہے۔۔۔“ کسی جانب سے مردانہ آواز آئی تھی۔۔۔

”یکونسی جگہ ہے۔۔۔“ زینو نے پیچ کر کہہ دیا۔

”خداوند۔۔۔ میری بیٹی۔۔۔ کیا تو ہے۔۔۔ زینو۔۔۔“ کراہتی ہوئی سی

آواز آئی۔۔۔

”۔۔۔ زینو کی آواز اس بار مطلق میں گھٹ کر رہ گئی تھی۔

”تو۔۔۔ زخمی ہے کیا میری بیٹی۔۔۔“

”خیر بابا۔۔۔ تم کس حال میں ہو۔۔۔“

”خدا کرے ہاں اندھیرا کہیں نہ ڈور ہو۔۔۔“

”کیا کہہ رہے ہو بابا۔۔۔“

”میرا حال کچھ سے بد کیا جاسکے گا۔“

”تم کچھ صبر کرو۔ میں آ رہی ہوں۔“

”ہیں۔ ہرگز نہیں۔ جہاں ہے وہیں صبر۔۔۔ ظالموں نے پھیل کر لیا ہے کہ کوئی حد حال نہ چھوڑے گا۔۔۔ شاید میری آنکھوں کے سامنے تجھے بھی ازیت دیں گے۔ اے اللہ مجھے ثابت قدم رکھو۔“

”تو کچھ بچہ فطاری کے مرتکب ہوئے جو بابا۔“

”ہرگز نہیں۔۔۔ ہرگز نہیں۔۔۔“

”تو صبر۔۔۔ خدا راجھ بناؤ کہ یہ سب کیا ہے۔“

”میں بھی جانتا، کچھ نہیں جانتا۔۔۔“

”پھر کس معاملے میں ثابت قدم رہنے کی دعا مانگ رہے تھے۔“

”رجم کی جھلک کسی آدمی سے نہیں مانگوں گا۔ تو جانتی ہے کہ میرا چادا تڑوٹا کا حکم تھا، اسٹریٹنگوں سے ٹکرایا اور شہید ہو گیا! پھر سرداری موجودہ خان کے، جہاد کی طرف متعلق ہو گئی!۔۔۔ لیکن میں نے کبھی موجودہ خان کے حد تک کسی کوئی بڑا خیال اپنے دل میں نہیں رکھا۔ خدا شاہد ہے کہ میں اسکا وفادار رہا ہوں، لیکن اسکا یہ مطلب تو نہیں کہ میں کسی خیر آدمی کی طرح اس کے سامنے گڑ گڑاؤں گا۔ اس کا لازم تھا! اپنی فقت کا معاوضہ لیتا تھا۔ زر خرید غلام تو میں ہوں۔“

”آخر میں بار بار غدار کی کا اترام لگایا گیا ہے۔“

”میں کچھ نہیں جانتا! خاموش رہو۔۔۔ خاموش رہو۔۔۔“

”مجھے اپنے قریب آنے دو!۔۔۔“

”کیا تو میرا کہا نہیں مانے گی! میں کسا ہوں کچھ سے دور رہ۔“

”تمیں سن کر خوش ہو گئی آسانی سے ان کے ہاتھ نہیں آئی۔ مجھے دھوکے

سے کڑا گیا ہے۔! زینر نے کہا اور اپنی روداد دہرانے لگی۔ خاموش ہو کر تو ہار مان کی آواز آئی! شمش: قوتے اعداد کا نام روٹس کر دیا! اب دیکھنا ہے کہ آگے کیا ہوتا ہے۔ مگر وہ آدمی کون تھا!۔

”میں نہیں جانتی! آکھہ سے کہ میرے ساتھ اس آگ میں آکر دھماکا مچا جائے اسکا کیا حشر ہوا۔“

”اب حالات اور پیچیدہ ہو جائیں گے۔“

”میں نہیں سمجھتی!۔۔۔“

”کچھ نہیں۔ صبر ہے کام لو اور خدا سے دعا کرو۔“

”دکھن بات کی دعا!۔۔۔“

”میں کچھ نہیں جانتا۔ خاموش رہو۔“

فران کے سر میں کئی جگہ دم تھا، اور وہ مسلسل ان جگہوں کو سہلانے جا رہا تھا! اور اس کا افسانہ تو جوش میں آتے ہی ہو گیا تھا کہ میک آپ صاف کر دیا گیا ہے۔۔۔

ہر چند کہ اس نے سسر گھا کر دیکھا نہیں تھا۔ لیکن جوش میں آتے ہی اس کا

جو گیا تھا کہ وہ کمرے میں تنہا نہیں ہے۔ کرنل اور بھی موجود ہے۔۔۔۔۔

اُس نے فوری سائنس لی تھی اور عجیب سی ہنسی کے ساتھ بولا! ”ایمانداری

کی بات قریہ ہے کہ میں گروٹکا نہیں ہوں۔“

”شباب! اب تو یہی کہہو گے۔۔۔! میں جانب سے آواز آتی۔“

یہ داراب کی آواز تھی۔ عمران نے فوراً ہی پہچان لیا۔۔۔

”لیکن میں کہاں ہوں۔۔۔ اور تم کون ہو۔۔۔“

”اٹھو۔۔۔ اٹھ بیٹھو۔۔۔“ داراب غصا ہوا۔

”بڑی بھرتی سے وہ اٹھ بیٹھا تھا اور داراب کی طرف گھومتا ہوا برا بھلا تھا۔“

”جھاؤ تم ہو۔۔۔“

”لیکن تم کون ہو۔۔۔“

”ایک شہدہ بانہ۔۔۔ اور اس نامعلوم لڑکی کے بچکانے میں آگیا تھا۔“

”خوش مت ہو لو۔۔۔ تم حکومت کے جاسوس ہو۔۔۔“

”بڑی خوشی ہوئی اس اطلاع پر۔۔۔“ عمران چبک کر بولا۔

”جو اس مت کرو۔ اگر تم نے اپنے ہاتھ میں صحیح معلومات فراہم نہ کیں تو

بڑی اذیت و سزا کا کئے جاؤ گے۔“

”پہلے تم بتاؤ کہ میں کہاں ہوں۔۔۔“

”کہاں ہو نا چاہیے۔۔۔“

”اگر لڑکی سچ کہہ رہی تھی تو یہ خانہ مشرق تو غاصب کا محل ہی ہو سکتا ہے۔“

”تھوڑا خیال و درست ہے۔۔۔“

”چلو کسی طرح سے بھاگ جاؤ۔ میری خواہش بڑی بڑی ہے۔“

”کھل کر بات کرو۔“ داراب دھاک مارا۔

”اُس نے اپنی رام کہاں سنائی تھی۔ اور مجھے اسکا ساتھ دینے پر اس نے

آمادہ ہو گیا تھا کہ مشرق غاصب کو پہنچنا چاہتا تھا۔ دوسرے قورسائی مکتبہ

ہوئی تھو کہ پہلے ہی میں سن رکھا تھا کہ انہیں کو قزاق غاصب داخل نہیں ہونے

دیا جاتا۔ سوچا تھا کہ یہ موقع پر اس سے بعد جیالاک لڑکی کو تالور میں کڑوایا گا اور

لے کر خان کی خدمت میں حاضر ہوا جاؤں گا۔۔۔“

”مجھے یہ قوت بنانے کی کوشش مت کرو۔ تمہاری گاڑی پر میں نے

فوج کا نشان دکھایا تھا۔“

”ہر طرح کے نشان موجود ہی میرے پاس! لڑکی نے کہا تھا کہ فوجیوں

سے یہاں کوئی لاپرواہ نہیں ہوتی۔ لہذا میں نے فوج کا نشان لگا دیا تھا۔۔

بہر حال مجھے اس کے ساتھ پہلے جھٹکنا تھا پھر۔۔۔ تالور میں کر کے خان کی خدمت

میں پیش کر دیا تھا۔ یہ دوسری کوشش تھی کہ میں کوئی نشان جاؤں۔۔۔ پھر چند

محسوس پر غریبی جانیں اور ہم چرواہوں کی طرح قزاق غاصب داخل ہوئے۔۔۔“

”میں یہاں لڑکی کیسے ملی تھی۔“ داراب نے سوال کیا۔

”عمران نے ملاقات کا واقعہ دہرائتے ہوئے کہا۔ وہ دراصل میرے اُس

شعبے سے شام ہو گئی تھی۔“

”میں یقین نہیں کر سکتا! بڑی اچھی نشانہ بانہ ہے! تم بھڑے ہو۔“

”عمران اُسے غصے سے دیکھتا ہوا بولا۔ نشانہ تو تمہارا ہی تھا بہت اچھا ہو گا۔ خود

استحسان کرو۔ حالانکہ سوت۔۔۔“

”اپنے سر پہ ہاتھ پھر کر دے گا۔۔۔ لیکن آنکھوں میں پہنچے دستور موجود تھا

۔۔۔ یہ بھی دیکھ لیا جاتا تھا۔ پہلے تمہاری اس جگہ اس سے خان کو مطلع کروں۔“

داراب نے کہا اور دروازہ کھول کر باہر ملا گیا۔

عمران بیٹھا خان کے کمرے میں گیا۔۔۔ دو مشندان سے اندر دھوپ

آ رہی تھی اور کمرہ پوری طرف روشن تھا۔

”کچھ دیر بعد داراب واپس آیا۔۔۔ اس کی آنکھوں میں غصے کی جھلک لہرا رہی

تھی اور پھر طنزیہ ہی انداز میں وہ بولا تھا۔ قزاق غاصب دیر بعد تمہاری یہ خواہش

بھی پوری ہو جائے گی کہ خان کی خدمت میں اپنا شہدہ پیش کر سکو۔“

”خدا کا شکر ہے! عمران سر ہلا کر بولا۔ شاید اس طرح میں اپنی بات

سایقین دلا سکوں۔

”اے سردار میں صفائی کا پورا پورا موقع دے رہا ہوں۔“

”کیا تم دراب چم۔“

”تم کیسا جانو۔“

”وہ عبادت گاہ کے پیارے کرتی تھی۔ لیکن جب خود تہیں ہی اپنی تلاش میں سرگردن دیکھا تو اس کا دل ٹوٹ گیا۔“

”داراب نے اس طرح ہونٹ بیچنے جیسے کسی بندے کو دبانے کی کوشش کر رہا ہو۔“

”کچھ ہی تھی کہ داراب اس علاقے کا سب سے زیادہ طاقتور اور دلیر آدمی ہے۔ لیکن مجھے حیرت ہے کہ اس کے دھوکے سے میرے بابا پر ہاتھ کیسے ڈالا۔“

”منگھوار ایسے ہی ہوتے ہیں۔ خان کے حکم کی تعمیل میں اپنی گردن اپنے ہاتھ کے ساتھ کاٹ سکتا ہوں۔“

”گروہ۔ ایک مخصوص سادہ۔ جو ٹوٹ گیا۔“

”خالوش رہو۔ ابھی تم پیش کر دینے جاؤ گے۔ کچھ دراب مر رہا تھا اور کمرے سے نکل گیا تھا۔ دروازہ باہر سے جھڑپ ہونے کی آواز آتی تھی۔“

”میرا سر ہلکا کر دیا۔ اسکی دانت میں پیرنٹا سانس پر بیٹھا تھا۔ سر کے گوشے ٹوٹ گئے۔“

”آؤ گئے بعد ایک بہت بڑے ڈال میں لے جایا گیا تھا جہاں سامنے ہی زنگار گرہی پر خاں قراوغا بیٹھا نظر آیا۔“

”خان جھک کر داراب بھالایا تھا۔“

”تم ہمارے حضور رکیوں حاضر ہونا چاہتے تھے؟“ اس نے خیرانہ کر دیکھتے ہی

حوالہ کیا۔

”اپنے شعبہ خدمت عالی میں پیش کر کے انعام کا مستحق بننا چاہتا تھا۔“

”عالیجاہ۔“

”اور تیار ہو کر بیان حقیقت پر معنی ہے۔“

”یقیناً عالیجاہ۔ میں رُخو لکھ کر اپنی عمارت بھی طلب کر سکتا ہوں میرا

جہش مددگار جو کائے باد کا مار میں ہے گاڑی سمیت حاضر ہو مانے گا

اور یہ ناچیز ثابت کر سکے گا کہ حسب ضرورت اس کے شانات بدلے بھی جا

سکتے ہیں۔“

”یہ بعد میں دیکھیں گے۔ پہلے تم اپنا وہ شعبہ پیش کرو جس کے

بابے میں تم نے دراب کو بتایا تھا۔“

”عاجز تیار ہے عالیجاہ۔“

”داراب: تم ناخبر کرو گے۔“

”جو حکم عالیجاہ۔“

”تم اپنی مرضی سے جہاں جاؤ گے وہاں جاؤ۔“

”جہاں اور جس طرح عالیجاہ ارشاد فرمائیں۔“

”خالدانی کی مرضی کا بعد ہوتا ہے۔“

”خان کی آنکھوں میں ہل جھریں حیرت کے آثار نظر آئے تھے اور چہرہ

محول پر آگیا تھا۔“

”ابھی بات ہے۔ اس طرح کھڑے ہو جاؤ۔“

”استاد کے ہمارے ہاں۔“

”کم از کم چکر عالیجاہ۔“

”ہمارے طرف سے آمیزش۔“

”بہت بہتر عالیجاہ۔۔۔ داراب نے کہا اور پھر نیشن نے ہی۔۔۔ پھر اُس نے
 عمران کو ہوشیار کر کے مار کر دیا تھا، ایکے بعد اُس کی آنکھیں ترچر سے جٹی تھیں اور
 نہ عمران کے پیر زمین سے لگتے ہوئے معلوم ہوئے تھے۔۔۔ ریا اور خانی جو گیا۔
 اور عمران نے جھک کر خان کو تعظیم دی۔۔۔ وہ حیرت سے فوٹکھوئے میٹھا ہوا تھا
 اور داراب کا رویہ عام تھا جیسے کوئی سردار یا چیت جس کے فوڈو گیا ہو گیا اور
 ”کمال ہے۔۔۔ واقعہ سال ہے۔۔۔“ خان بالآخر بولا تھا۔
 عمران کچھ نہ بولا۔ سر جھکا۔ کھڑا رہا۔ داراب کے چہرے پر یہ دستور
 برتا۔ ”کمال رہی۔۔۔ بالآخر خان نے کہا۔ درجہ تو مجھے دیکھ لیا کہ تم داراب
 کی گولیوں سے کیسے بچے۔ کیا یہ ممکن نہیں کہ مجھ کو کش کر دیکھیں۔۔۔“
 ”خادم حاضر ہے عالیجاہ۔۔۔“ عمران نے جیسے فوجی سے کہا۔
 ”جہاز مار لو۔ پین پین کیا جائے۔۔۔“ خان نے داراب کی طرف دیکھ کر کہا۔
 وہ تعظیم دیکر ابر چلا گیا تھا۔۔۔
 ”کیا صورت یہی تھا اور ذریعہ معاش ہے۔۔۔“
 ”عالیجاہ! بس اسی پر گزارہ ہے۔۔۔“
 ”اگر تم چارے ہاتھ سے بیٹھ گئے تو مرنے مانگا انعام دیں گے اور تمہارے
 اُس بیان پر یقین کر لیجئے کہ تم لوگوں کو بارے حضور پیش کرنا چاہتے تھے۔
 ”حکم کی تعمیل ہوگی عالیجاہ۔۔۔“
 پھر دیر بعد خان اُس کے مقابل کھڑا نظر آیا۔ ہاتھ میں اختار۔ چار پانچ
 کار بواہد تھا۔۔۔
 ”متباہی موت کی ذمہ داری ہم پر۔۔۔ ہوگی تم اپنی مرضی کے مختار ہو۔۔۔“
 ”اینا خون معاف کیا عالیجاہ۔۔۔“
 ”اچھا تو یہ تو۔۔۔“ سہنے سے مار کر دیا۔۔۔ عمران نے پھر ہی سے اپنے جہم کو

مڑا تھا۔۔۔ خان نے داراب کی طرح تباہ توڑے ناز میں کئے تھے بلکہ دفعہ سکا
 تھا! بس کے باوجود بھی وہی ہوا جو پہلے ہو چکا تھا۔!
 عمران ایک بار پھر مہر ہوا۔۔۔ لیکن خان اُس کی طرف توجہ نہیں تھا جانی
 ریا اور کو اس طرح گھورے جا رہا تھا جیسے سارا تصور اسی کا ہو۔
 پھر اُس نے داراب کی طرف دیکھا تھا جو عمران کو گھور رہا تھا:
 ”مجھ نے اس کی بات پر یقین کیا۔۔۔“ بالآخر خان نے کہا تھا۔ اور در
 نگار گریس کی طرف واپس چلا گیا تھا۔!
 عمران ہاتھ بندھے اور سر جھکا کر کھڑا رہا۔!
 ”ایسے مہمان خانے میں لے جاؤ داراب۔۔۔ اور اس سے رقوم لکھو اگر کاٹری
 بھی نہیں لے آؤ۔۔۔“ خان نے کہا۔
 داراب نے حکم کی تعمیل کی تھی۔ عمران کو وہاں سے لے چلا تھا۔ اور اب اُنکے
 برتاؤ میں بھی سمجھتی باقی نہیں رہی تھی۔۔۔!
 وہ اُسے ایک بہتر طور پر آراستہ کئے ہوئے کمرے میں لایا تھا۔۔۔
 ”تھیں بیان تیار کیا کہ ہے۔ ضرورت کی ہر چیز خادم سے طلب کر سکتے
 جو موجودت کرے کہ باہر موجود رہے گا۔۔۔“
 ”شکر ہے داراب خان۔۔۔“ عمران بولا۔
 داراب چہرے لے کر اُٹھ کر اُس پر میٹھا کیا تھا: عمران نے محسوس کیا کہ وہ مزید
 گفتگو کرنا چاہتا ہے۔!
 ”کیا نہیں مجھ سے کرنے کا حق نہایت ہے داراب خان۔۔۔“ اُس نے بولا۔
 ”نہیں۔۔۔ نہیں۔۔۔ میں معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ اُس نے میرے بارے میں اور
 کیا کہا تھا۔!
 ”اب اُسے قبول جاؤ۔۔۔ تم نے سب کچھ تباہ کر دیا۔ وہ بہت اچھی لڑکی

ہے اگر تمہارے جتنے میں آتی تو ہمیشہ خوش رہتے۔۔۔
 "جھے دولوں سے ہر روزی ہے۔ لیکن خان کا حکم۔۔۔"
 "بیر حال اب تم اسے قند دکھانے کے قابل نہیں رہے۔۔۔"
 "میں سمجھا ہوں! لیکن اگر تم چاہو تو اسکا دل میری طرف سے صاف
 ہو سکتا ہے۔۔۔"

"وہ کس طرح داراب خان۔۔۔"
 "تم آئے یقین دلا سکو گے کہ اسکی گرفتاری میں میرا ہاتھ نہیں تھا۔۔۔"
 "میں اسے کس طرح یقین دلاؤں گا۔۔۔ وہ ہے کہاں۔۔۔"
 "وہ وعدہ کرو کہ تم ایسا کرو گے۔۔۔"

"اپنی بساط بھر کر سٹش کرینے کا وعدہ کرتا ہوں۔۔۔"
 "لیکن یہ بات بھی واضح کروں کہ اس کے باپ کو ہمیں بچا سکتا۔ میرے بس
 ہے باہر ہے۔ اس نے غداری کی تھی اور غداری کی سزا یہاں موت
 موت ہے۔۔۔"

"میں نے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ مجھے ان معاملات سے کوئی دلچسپی
 نہیں۔ لڑکی کا ساتھ دینے پر بھی اس لئے آمادہ ہو گیا تھا کہ خان تیرا تو خا
 نک رہا تو چلا جائے۔۔۔"
 "میں سمجھا ہوں۔۔۔ لیکن تمہیں میرا یہ کام ہر روز کرنا پڑے گا۔۔۔"

"میں نے کب انکار کیا ہے: داراب خان۔۔۔"
 "شکر ہے! اب اپنے دلزم کئے لئے رتو لکھ دو۔۔۔ خان کے حکم کے
 بموجب اسے گاڑی سمیت یہاں لانا ہے۔۔۔"
 "رتو لے کر وہ چلا گیا تھا! اور عمران آئندہ اقدامات کے بارے میں
 سوچنے لگا تھا۔۔۔"

تمام کچھ جڑوں بھی بچو بیچ گیا تھا۔ خان نے گاڑی دیکھی تھی اور عمران
 کے اس ریاں سے مطمئن ہو گیا تھا کہ اس پر کسی قسم کے مداخلت استعمال
 کئے جاسکتے تھے۔۔۔ اور پھر اس نے مزید شہزادوں کی فرمائش کی تھی۔
 "دعا لیا ہوں۔ موت دو دن کی مہلت دیجئے تاکہ ہم کھنٹے کھل پا کر کر سکیں۔"
 خان نے آئندہ استقبالیہ قبول کی تھی۔ اور عمران جڑوں سمیت یہاں سے
 واپس آ گیا تھا۔۔۔

جڑوں نے رات کی کے باہر سے بلو لیا تھا۔ اور عمران نے اسے اب تک
 کی کہانی سنائی تھی۔
 "لیکن اس: یہاں سے نکلنے کی کیا صورت ہوگی! عمارت تو قرون
 وسطی کے تلوں میں ہے۔۔۔ جڑوں نے کہا۔

"منکر مت کرو۔ دیکھا جائے گا۔ بس یہاں ڈرا پہننے پلانے کے معاملے
 میں محتاط رہنا۔ یہ تو گت اب نہیں بیٹے۔ اور شاید اسے پسند
 بھی نہ کرے کہ یہاں شہزادہ پل جائے۔ چچا اگر گاڑی سے نکال جائے گا
 یہاں ہمیں چچا دینا۔۔۔"

"میں اصرار نہ کر سکتا ہوں گا اس۔۔۔"
 رات گئے دروازے پر ہلکی سی دستک ہوئی تھی اور عمران نے "ٹھکر
 دروازہ کھولا تھا: داراب خان جلدی سے کمرے میں داخل ہوا تھا اور
 دروازہ بند کر کے آہستہ سے بول تھا: کیا تم تیار ہو۔۔۔"

"تمہارا ہی منتظر تھا۔۔۔ عمران نے کہا۔ وہ کمرے میں اس وقت تھا۔
 جڑوں کے سونے کا انتظام دوسرے کمرے میں کیا گیا تھا۔ یہ داراب بھی
 کی تجویز تھی۔۔۔"
 "سنو۔ اسے یقین دلا دیا کہ اگر داراب کی حکمت عملی کو دخل نہ ہو تا تو

وہ اپنے باپ کو زندہ نہ دیکھ سکتی اور بات مرثیہ در آنکلیوں ہی پر نہ مل جاتی ۔۔۔

”ابھی طرح کچھ گیا ہوں داراب خان۔۔۔“
 ”اب چپ چاپ میرے ساتھ چلے آؤ۔۔۔ ایک گھنٹے بعد میں تمہیں پھر یہیں پہنچا جاؤں گا۔“ داراب نے کہا۔
 قریباً دس منٹ تک چلتے رہنے کے بعد داراب ایک کمرے میں داخل ہوا تھا
 ”خارج لائے ہو۔“ اُس نے پوچھا۔

”ہاں موجود ہے۔“

”ابھی بات ہے۔۔۔ نیچے تاریکی ہی تاریکی ہے! میں تمہارے ساتھ نہیں جاؤں گا۔۔۔ تہہ خانے کی میزچیوں کے اختتام پر ایک دروازہ کھلے گا! وہ مرثیہ میزچیوں ہی کی طرف سے کھولا جاسکتا ہے۔۔۔ اندر سے نہیں! تمہارے داخل ہو جانے پر خود بخود بند ہو جائے گا۔ اور پھر میں ٹھیک ایک گھنٹے کے بعد نیچے آکر دروازہ کھولوں گا۔ تم دروازے کے قریب ہی موجود رہنا۔“

”میں نے پوری طرح ذہن نشین کر لیا ہے۔“ عمران بولا۔

داراب نے ایک گھوڑے سے تائین آٹ دیا۔۔۔ اُسی مگر تہہ خانے میں داخل ہونے کا راستہ تھا!

عمران حسبِ وارینٹ نیچے اترا۔ اور میزچیوں کے اختتام پر وہ دروازے کو کھولنے کے لئے ہینڈل کھایا۔ دروازہ بے آواز کھلتا تھا اور اُس کے گزرتے ہی پھر بند ہو گیا تھا۔۔۔

گہری تاریکی تھی چاروں طرف اُس نے مادیہ روش کی اور اطراف میں روشنی ڈالنے لگا۔ پھر روشنی کا دائرہ بڑھتا رہتا تھا جو گھنٹوں میں سرایتے بیٹھ

شالہ نے خبر سو رہی تھی۔!

قریب پندرہ گھنٹے اُسے آواز ہی دی اور وہ اُچھل پڑی۔

”مک۔۔۔ کون ہے۔“

”عمران۔“

”اوہ۔۔۔“ وہ اُسٹھ کھڑی ہوئی۔ اور میا خستہ پڑھا ”عمران! ات۔۔۔“

”تم کہاں تھے۔“

”قید میں۔۔۔ لیکن اب میں آزاد ہوں! بیٹھ جاؤ اور جو کچھ کہوں اُسے سکون سے سنو۔“

”اُٹھو! نے بابا کی دو آنکھیاں کھٹ دی ہیں۔“ وہ بلبلاتا کھی۔

”مجھے علم ہے۔ لیکن خود کو تباہی میں رکھو۔۔۔ دو آنکھیاں جان سے زیادہ عزیز نہ ہونی چاہئیں۔“

وہ بیٹھ گئی تھی اور عمران آہستہ آہستہ وہ سب کچھ سنانے لگا تھا حواس پر گہری تھی۔ اپنی اس حکمت عملی کا بھی ذکر کیا جس کی بناء پر تہہ خانے تک رسائی ممکن ہوئی تھی۔

”بابا کی خاطر سب کچھ گوارا کر لوں گی۔ در نہ تمہارے اسی جھوٹ کو کہیں سناٹا دو کرتی۔“

”جہاں چاہا کہے گا! نکل کے رات دلیری کا مظاہرہ کرنا مسیبری دانست میں بدترین حالت ہوگی۔“

”جی جیجتی ہوں۔“

”تمہارا احتفاظ میری ذمہ داری ہے! اس میں فرق نہیں پڑے گا!“

”مجھے یقین ہے عمران۔۔۔ تم دلوں کی گدی تک اپنے وقت کا پاس کر کے والوں سے ہو۔ اگر زندہ رہی تو تمہیں کہیں نہ بھلا سکوں گی۔“

”اور اب مجھے اپنے بابا کے پاس لے چلو۔۔۔ وقت بہت کم ہے۔۔۔“
 ”جوڑی دشواری سے انھوں نے مجھے اپنے قریب آنے دیا تھا۔ لیکن وہ
 تھک چکے تھے۔۔۔ چلو تم خود دیکھ لو کہ وہ کیسی اذیت میں مبتلا ہیں۔
 ان کی جگہ میں ہرگز تویر ادم گھٹ جاتا۔ ایک دن سے زیادہ زندہ نہ رہ سکتے۔۔۔
 ”اب تو نہیں معلوم کی جیسا کہ تم کہتے ہو کہ ان سے کونسا جرم سرزد ہوا ہے۔۔۔“
 ”نہیں۔۔۔ میں یہ کہتے ہیں کہ مجھے کوئی ایسا فعل سرزد نہیں ہوا جس پر مجھے
 غیر کی حالت کا سامنا کرنا پڑے۔۔۔“

”اچھا۔۔۔ اچھا۔۔۔ چلو اب دیر نہ کرو۔۔۔ اور تم مجھے ان مکس پر چڑھ کر رہیں
 آ جاؤ گی۔ کیا یہاں اندھیرا ہی رہتا ہے۔۔۔“

”وہ تو کہیں سے ٹھوڑی سی روشنی آتی ہے ارات اندھیرے ہی میں
 بسر ہو رہے۔۔۔“ زین نے کہا اور پھر وہ اُسے اُس جگہ لے گئی تھی جہاں اُس کا
 باپ تھا۔۔۔“

عمران نے مارچا روشن کی تھی اور پھر اُس کے رونگٹے کھڑے ہو گئے
 تھے۔۔۔ وہ سن چڑھی اور چاروں لمبی کوٹری تھی۔ جہاں وہ ٹھہری سا بنا ہوا
 پڑا تھا۔ اُس میں ایک کلمے کے خلاف کاٹھور بھی نظر آیا۔۔۔ جو اُسے داغ چٹا
 جا رہا تھا۔ شاید کئی دہائیوں سے وہ سلاخوں دار دروازہ نہیں کھولا گیا تھا۔۔۔
 زین نے آہستہ آہستہ اُسے آواز دی تھی۔۔۔

”تو پھر آگئی۔۔۔“ جابر خان کو بتا ہوا تھا بیٹا۔۔۔

”وہ تم سے پہلے آیا ہے جس نے میری مدد کی تھی۔۔۔“

”کہاں ہے۔۔۔“ میں اُس کا چہرہ دیکھ دیکھوں۔۔۔

عمران نے مارچ روشن کی تھی۔۔۔ اور جابر خان اُسے غور سے دیکھ رہا
 پھر ہلکا۔۔۔ جیک یہ خان قزاقو غاٹک خوار نہیں معلوم ہوتا۔۔۔“

”اب تم وہاں جاؤ۔۔۔ عمران نے زین سے کہا۔۔۔ میں تمہارے بابا کے کچھ
 ضروری باتیں کروں گا۔۔۔“

”کہنا تو خدا جیسا ہے اُمید ہے کہ وہاں جاؤ گی۔۔۔“

”یہ مارچ لیتی جاؤ۔۔۔ میں نے راستہ سمجھ لیا ہے۔ اتم تک اندھیرے ہی
 میں پہنچ جاؤ گی۔۔۔“

”وہ اُسے مارچ لے کر چلی گئی تھی۔ اور عمران آہستہ سے بول رہا تھا۔
 ”جابر خان۔۔۔ میں سسرکاری جاسوسی جوں: خان قزاقو غاٹک کے بارے
 میں جان میں کرنے آیا تھا۔ اتفاق سے تمہاری بیٹی سے ملاقات ہو گئی۔
 بہر حال کل رات تک میں بھی قیدی تھا آج صبح سے آزاد ہوں۔۔۔“

ایک بار پھر اُسے پوری کجانی دہرائی پڑی تھی: اندھیرے میں وہ چاروں
 کے چہرے کے تاثرات نہیں دیکھ سکتا تھا۔ لیکن اُسے یقین تھا کہ وہ اب تک
 دوسروں سے جو کچھ چھپاتا رہا ہے اُس پر غور نظر کر رہا ہے۔

پوری داستان سن لینے کے بعد جابر نے کہا۔۔۔ ”مجھے یقین ہے کہ تمہارے
 بیان سے صداقت کی بُرائی ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ مجھے ایک ایسا آدمی مل
 گیا ہے جسے میں سب کچھ بتا سکوں گا۔ خان قزاقو غاٹک۔۔۔ ملک وقوم کا
 خدا ہے۔۔۔“ وہ مجھ سے جی چہرے کا مطالعہ کر رہا ہے۔۔۔ اس وقت
 بھی میرے پاس موجود ہے۔۔۔“ میں اُس کا مال لیکر سرمد کے پار جاتا ہوں۔

”اسمگلنگ۔۔۔“

”کسی حد تک۔۔۔ درندہ کیماں لگا دیا اور آدھرنے کا اجازت نامہ خان
 کے پاس ہے۔ اور میں اس طرف اسمگلنگ کو اس لئے جابر جانتا ہوں کہ
 بعض علاقوں میں اعلانیہ اسمگلنگ کا مال آتا ہے اور مزید دقت ہوتا ہے۔
 حکومت اُس کے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھاتی۔۔۔ لیکن میں اسے براہ راست

جنہیں کر سکا کہ ملک کے راز غیروں تک پہنچانے جاہلی بار جب میں
مال لے کر ہار ہوا تھا تو ایک ترک سے کھربیدیاں کر کر ٹوٹ جاتی تھیں۔ حال
بکھر گیا تھا چھ سیٹھے وقت ایک مہربانہ لفظ نہ لگا میرا ساتھ تھا
اور میں نے وہ لفظ نہ بھری میں نہیں رکھا تھا، میرا حال اس لفظ نے کھو گئے
کے بعد خان کی فکری مجھ پر عیاں ہو گئی تھی۔۔۔ اس نے لعن فری ٹھکانوں
کے کچھ نقشے کسی کو بھیجے تھے۔۔۔ اور اس کے ہاتھ کی ایک تحریر میں ان کے ساتھ
تھی۔۔۔ چھ وہ لفظ نہ بھیجا تھا اس تک پہنچنے کا سوال ہی نہ پیدا ہو
سکا شاید اس نے کسی طرح خان سے رابطہ قائم کر کے عدم وصولی کی اطلاع
دی ہوگی۔ اس کے بعد ہی سے یہ فقرہ شروع ہوا تھا۔

”تو وہ نقشے اس وقت بھی تمہارے پاس موجود ہیں۔“

”ہاں۔۔۔ لیکن خدا کا شکر ہے کہ اپنی دو انگلیاں کٹانے کے بعد ثابت

قدم رہا۔“

”میں تمہاری عظمت کو سلام کر رہا ہوں جاہر خان۔“

”نہیں میرے بچے! اس میں عظمت کی کوئی بات نہیں۔“ خدا کی طرف
سے جس فرض کی ادائیگی مجھ پر واجب دلائم کی گئی تھی اس سے عہدہ ہوا
ہونے کی کوشش کی تھی میں نے۔۔۔ اور اب میں اس سے شبہ کر رہا
ہوتا ہوں۔۔۔ اپنا ہاتھ ادھر سلاخوں پر رکھ دو۔“

مجھ جاہر خان کے ملنے سے کچھ ایسی آوازیں نکلی تھیں جیسے ادبگیاں
لے رہا ہوں۔۔۔ ٹوڑی کو حیران کا ہاتھ پکڑا تھا اور اس کی کسی وصات کی پتلی سی
سلاخی تھا ہوا بولا تھا۔۔۔ اس پلان میں وہ سب کچھ موجود ہے جسے
اس مقدار کے خلاف استعمال کیا جا سکے گا۔“

”بہت گہرے معلوم ہوتے ہو جاہر خان۔“ عمران جبرانی ہولی آواز میں بولا۔

”میں نے یہ سن ایک منی سے سیکھا تھا! مقتول اس ملک کو نکلے رہ سکتا
ہوں! اس کی امانیہ جگہ ہوتی ہے۔۔۔ پلان رکھنے کی۔“

”میں آپ تم مطمئن رہوں۔“ میں سب کچھ ٹھیک کر لوں گا۔“ عمران نے کہا
”ہاں یہ بتاؤ کہ تم پر تشدد کرنے والے کن اوقات میں یہاں آتے ہیں۔“

”آج تو کوئی سرے سے آیا ہی نہیں! ایک بجنے کے لئے پانی اور خشک
روٹیاں یہاں رکھی جاتی ہیں اور کئی دن بعد اس کو ٹھہری سے خلافت
دہائی جاتی ہے۔۔۔“ مجھے حیرت ہے کہ اب تک زندہ کیسے ہوں۔“

عمران نے اسے مزید تسلیاں دی تھیں اور ریڈیم ڈائیل والی گھڑی پر
نظر ڈالی تھی۔ ایک گھنٹہ پورا ہونے میں صرف دس منٹ باقی تھے! وہ
ٹوٹن ہوا اس صحت چل پڑا تھا۔ جہاں زیر تھی۔

”مہاجر روشنی کروڑیو۔“ کچھ دُور چلنے کے بعد اس نے آواز دی تھی
”راج روشنی برلی تھی اور عمران اس کے پاس پہنچ گیا تھا۔

”کیا باتیں ہوئیں۔“ انہی نے مضطرب انداز میں سوال کیا۔

”وہ کچھ بھی نہیں۔ وہ بدستور یہی کہ رہے ہیں کہ کسی لفظ کے
بارے میں کچھ نہیں جانتے۔“

”تو فحش کیا ہوگا۔“

”مسٹر دکر۔۔۔ خدا نے چاہا تو میری ہوجا۔“

ٹھیک ایک گھنٹے کے بعد عمران دروازے کے قریب پہنچ گیا
تھا اور دروازے کے لئے دروازہ کھولا تھا۔

کچھ دیر بعد وہ پھر یہاں خانے میں تھے۔ راستے میں دروازے کا رخ
بج رہا تھا۔ لیکن کمرے میں پہنچتے ہی مضطرب انداز میں پوچھا

”کیا رہا۔“

” بڑی شکل سے اُسے یکتین دلائے تھا کیا اب ہوا میں کہ اس
ساتھ سے تھارا کوئی تعلق نہیں اور اُسے گرفتار کرنے والوں میں
بھی تم نہیں تھے۔“

داراب نے طویل سانس لی مگر طمان کبھار ہمارے ہونے یہ بھی کہا
تھا کہ داراب خان میں موصوفے کا تلاش ہے، یہاں۔۔۔ وہ تم دونوں کو مزار
پر نہ ہی مدد دی گئے۔“

” وہاں۔۔۔ تم تو بہت کمال کے آدمی ہو۔۔۔ تو گویا اب یہ مطمئن
ہو جاؤں کہ سامنا ہونے پر وہ مجھے کیوں تو زخموں سے نہیں
دیکھ گئی۔۔۔“

” بالکل ایسا ہی ہو گا۔“

” میں تو پھر اب تم مرنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔“

” کیا مطلب۔“ عمران چونک پڑا۔

” میں اپنے حملات کوئی جوت جھوٹے کامت اسل نہیں
ہوں۔۔۔“ داراب نے بدمرد لہجہ میں کہا۔

” یہ تو سراسر زیادتی ہے۔“

” ونا تر نہیں کروں گا کیونکہ تم شخصہ باز ہو۔۔۔ اور میری
سے شور بھی ہو گا۔ غاموشی سے یہ کام کرنا چاہتا ہوں۔
ملا گونٹ کر مار دوں گا۔“

” کیوں مذاق کر رہے ہو۔۔۔“ عمران احمقانہ انداز میں ہنس
پڑا۔

” دانت بند کرو۔ میں نہیں چاہتا کہ مرنے کے بعد تمہارے
چہرے پر کرب کے آثار پائے جائیں۔“

” تب مجھے خنہ دو۔ مرنے کے بعد مشادی مرگ کا شاہکار
نظر آؤں گا۔۔۔“ بول بھی گئے کہ مسدط مسرت سے مریا شاہد
اسے امپورٹ لائسنس مل گیا تھا۔“

داراب نے اُس پر چھلانگ لگا لی تھی اور دیوار سے جا ٹکرا
تھا۔۔۔ پھر پٹا تو اپنا دیوار عمران کے ہاتھ میں دیکھا۔

” اسی کرتب کے بارے میں کیا خیال ہے داراب حسان
ہائیکنگ کا ریکارڈ توڑ دیا ہے۔ میں نے اس وقت نہ صرف
تمہاری گرفت سے بچا ہوں بلکہ ساتھ ہی تمہارے ہوسٹر سے
ریوار بھی نکال لیا ہے۔“

داراب خان دم بخود کھڑا رہ گیا۔ عمران مسکرا کر لہذا میں
نے شتا ہے کہ تم ایک گھوڑے سے کھوپڑی توڑ دیتے ہو۔ تمہیں
اس کا بھی موقع دوں گا۔ آؤ۔۔۔“

” میں تو مذاق کر رہا تھا۔“ داراب کھسیانی سی ہنسی کے ساتھ
لہلا۔

” اگر یہ بات ہے تو میرا دل بھی صاف ہو گیا۔۔۔ یہ لو۔۔۔ اپنا
ریوار سنبھالو۔ عمران نے ریوار کا ٹان پکڑ کر اُس کی طرف
پڑھاتے ہوئے کہا تھا۔ مسکین جیسے ہی وہ ریوار لینے کیلئے
تھکا ریوار کا دستہ پوری قوت سے اُسکی گھٹنی پر رسید کر دیا
گیا۔ وہ لڑکھڑایا مسکین کچھ عمران نے اُسے سنبھالنے کا موقع
نہیں دیا تھا۔ بے درپے دو مڑ میں اور نکالی تھیں۔۔۔

داراب کسے تناور درخت کی طرح ڈھیر ہو گیا! عمران کی اسکیم
کچھ اور تھی۔ لیکن داراب کے اس طرح پٹا کھانے سے کھیل ہی بگڑ گیا۔

اب جو کچھ بھی کرنا تھا اُس میں دیر لگانے سے مزید پیسہ لگایا پیدا ہو سکتا تھا۔

بہت جلد ہی میں اُس نے جہزت کو بیدار کیا تھا۔ گہری نیند سوایا تھا اس لئے فوری طور پر معاملہ اُس کی سمجھ میں نہیں آیا تھا۔

درخت سجوش اُس کی کھوپڑی میں اتاری گئی اور چہرہ کبھی شکری گئے کی طرح چمکتا نظر آنے لگا تھا۔

”اب داراب کو اٹھا کر تہ خانے تک لے چلا ہے۔“ عمران نے اُس سے کہا۔ ”توقع نہیں ہے کہ وہ جلد جوش میں آسکے۔“ جہزت نے بڑی گھبرائی دکھائی تھی۔ عمران نے اُسے تہ خانے کے دروازے پر چھوڑا تھا اور بیہوش داراب کو گھسیٹتا ہوا تہ خانے میں لے گیا تھا۔ دروازہ خود بخود بند ہو گیا۔

زیر در در اُس کے قریب آئی تھی اور عمران بولا تھا۔ ”پوری انکیم چرپٹ ہو گئی۔۔۔ اب حالات غیر یقینی ہیں۔“

داراب والا دائو اُس کی زینے کہا۔ تم سب کچھ اتنی آسانی سے کر لیتے ہو جیسے کوئی بات ہی نہ ہو! اگر داراب کے ہاتھ تہائی گردن تک پہنچ جاتے تو شاید سچ بچ...۔

”میں سمجھتا ہوں۔“ عمران اُس کی بات کاٹ کر بولا۔ اب تمہارے بابا کو اُس کوٹھری سے نکال کر داراب کو اُس میں قید کرنا ہے۔“

”قتل کیسے کھولو گے۔“ میرا خیال ہے کہ چاہیاں داراب ہی کے قبضے میں ہو چکی ہیں۔

کاشی لیتا ہوں۔۔۔

تنگہوں کا ایک گچھا اُس کے پاس سے برآمد ہوا تھا۔ اور پھر ایک گھنٹی کوٹھری کے قتل میں لگ گئی تھی۔ جابر خان کو نکال کر بیہوش داراب کو بند کر دیا گیا۔

شدت جذبات سے زینہ کا گلہ اندھ گیا تھا۔ آواز نہیں نکال رہی تھی۔ عمران کا بازو اُس نے بڑی مضبوطی سے پکڑ رکھا تھا۔ عمران نے زینہ کا دروازہ پیچھے پھیرا۔ جہزت نے دوسری طرف سے ہینڈل گھمایا کہ دروازہ کھولا تھا۔

پہلے عمران نہیں اُسی کہے میں لے گیا تھا جہاں قید تھا۔ پھر سر جوڑ کر سوچا جانے لگا تھا کہ اب کیا کرنا چاہیے۔

پچانک پر سہرہ تھا دیسے جابر خان نے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ تہ خانے سے نکل جانے کے بعد فرا آسان ہو جائے گا۔ کیونکہ وہ ایک ایسے راستے سے بھی واقف تھا کہ کسی سے مدد بھرتہ ہوتی اور وہ صاف نکلے چلے جاتے لیکن عمران اپنی تھوڑی چھوڑ کر نہیں جانا چاہتا تھا۔

اُس نے جہزت سے ٹرانسمیٹر لایا اور ان دونوں کے ساتھ وہ راستہ دیکھنے چل پڑا جس سے انہیں فرار ہونا تھا۔

وہ ایک چور دروازے سے نکلے تھے اور دروازے میں پہنچ گئے تھے۔ دور تک اونچی دیو جی جہاں بھی تھیں۔۔۔ اور اتنا سستا چاندنی سے مرگوشاں کا معلوم ہو رہا تھا۔

”یہاں ایسی جگہیں ہیں جہاں ہم کسی دن تک چھپے رہ سکتے ہیں۔“ جابر خان نے کہا۔

”ہاں تو پھر ٹھیک ہے تم جگہ کی نشاندہی کر کے چھپ جاؤ۔۔۔ میں

والہیں بولا جادو کا۔۔ اور کل صبح باغیلاں کا رونا شروع ہونے پر میں
تم لوگوں کو دہان سے نکال کے جازو کا۔۔ عمران نے کہا۔ پھر اس نے
ٹرانسپیر پر سرمدی چوکی سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش شروع
کر دی تھی۔

تقریباً دو بجے کسی کی آواز سنائی دی تھی اور عمران نے انخارج سے
گفتگو کرنے کا خواہش ظاہر کی تھی ساتھ ہی انٹر سروسز انٹیلیجنس کا حوالہ
بھی دیا تھا۔۔۔ انخارج سے رابطہ قائم ہونے میں بھی کچھ وقت صرف ہوا تھا
اور پھر عمران نے اسے مختصر بتایا تھا کہ اس کل کا مقصد کیا ہے۔ ساتھ ہی
اسے لاش عمل سے بھی آگاہ کیا تھا۔ انخارج نے کہا تھا کہ وہ صبح ہونے سے
پہلے ہی نکلتی ہو چکی ہے۔ کیونکہ سرمدی چوکی کا فاصلہ وہاں سے
صرف تیرہ میل ہے اور راستہ بھی پتہ چل چکا ہے۔ عمران نے ایک
بار پھر بتایا تھا کہ اسے کیا کرنا ہے۔۔۔ ٹرانسپیر کا سرچ آگے کر کے
اس نے جابر خان سے کہا کہ تمہیں زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑے گا۔۔
میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ تم کوئی سرکاری جاسوس نہ ہو گے۔
زخوئے کہا۔

”کنا کاٹ کلمے تو آدمی ادا شاہ ملک بن سکتا ہے۔ سرکاری
جاسوس کیا چیز ہے۔“

”بہر حال تم نے جو کہ کے انخارج کو جو تجویز بتائی ہے اس سے
اپنا کھانا منڈا تو فائدہ کارٹ فیلڈر بھی ہو سکتا ہے۔“
”اس کے کوڈ عائن دو جس نے سات کریاں بھیجی ہیں۔۔۔“
پھر اس نے کہیں وہیں چھوڑا تھا اور خود واپس آ گیا تھا۔ جواز
کہ اس کے کرے میں پہنچ کر سون جانے کی کوشش کرنے لگا تھا۔ مگر

کیا تھا لیکن جاگتا ہوا وارہ بیٹے جانے کی آواز پر۔۔۔ بالکل اسی
طرح بیٹا جاگتا تھا کہ اگر اندر سے نہ کھولا گیا تو توڑ دیا جائے گا۔

عمران نے آٹھ گھنٹہ وارہ کھولا۔ صبح ہو رہی تھی۔ سائے دو بجے فوجی
کمرے نظر آئے اور ان کے ساتھ خان کا بھی ایک سپاہی تھا۔ جواز
کو بھی جھپکایا گیا۔۔۔ اور وہ دونوں اس طرح دہان خاص کی طرف
بازع جانے لگے جیسے ان سے کوئی بہت بڑا جرم سرزد ہو گیا ہو۔

خان اپنی زندگی کا کسی پر بیٹھا ہوا نظر آیا۔ ستریب ہی ایک
کیپٹن کی موجود تھا۔۔۔ چھ بجے فوجی ایک طرف کمرے ہوئے۔

”بچے وہ غنجدہ باز ہیں آپ کو تلاش ہے۔“ خان نے کیپٹن
سے کہا: ”اس کی گاڑی بھی موجود ہے جس پر پہلے فوج کا نشان تھا۔
اور اب ایک مسلم اسٹوڈنٹ کا ہو گا۔“ عمران نے کہا: ”جابر خان سے
بولو۔“ اب بتاؤ مردہ تم کیوں آئے تھے یہاں۔۔۔

”جابر خان کی رپورٹ کے لئے۔“ عمران نے سر دھجے میں کہا ”اور
اس سے وہ فائدہ حاصل کرنے کے لئے جس کے حصول کے لئے تم نے
اس بیانیے کی دہان نکال کر تھوری ہیں۔“

”یہ کیا جو اس ہے۔“ خان نے فرمایا۔
”وہ فائدہ میں نے حاصل کر لیا ہے خان! نقشوں کے ساتھ ہی ان
سے متعلق تمہارے ہی ہاتھ کی ایک تحریر بھی ہے۔“

”سک۔۔۔ کیا مطلب۔۔۔“
”اس تحریر کی موجودگی میں تم کبھی بھی نہیں بچ سکتے! اور یہ
میں بتا دوں کہ جابر خان وہ اس کی بیٹی رانی پانچے ہیں وہ نہ کاغذات
کیونکر میرے ہاتھ لگے۔“

”یہ کہو اس کر اسے۔“ خان نے کیپٹن کی طرف دیکھ کر کیپٹن بولے آواز میں کہا۔

”ہاں کل درست کہہ رہے ہیں خان۔ میں ان کے بارے میں پڑھا کرتا رہتا ہوں۔ یہ کہہ رہے ہیں کہ یہاں آیا ہوں۔ اور ان کے کام میں مداخلت کرنے کا اختیار مجھے نہیں ہے۔“
”اُدھ۔ اُدھ۔“ خان مٹھیاں بچھ کر رہ گیا۔

”اب جابر خان کی جگہ تمہارے اذیت خانے میں داراب قید ہے۔“
”خان نے کہا اور کیپٹن سے کہا۔“ خان کو حراست میں لے کر فوری طور پر قزاق خانے پہنچا دیا جائے۔“

”بہت بہتر جواب۔“

”یہ نہیں ہو سکتا۔“ خان اٹھتا ہوا بولا۔ کیپٹن نے فوجیوں کو اشارہ کیا تھا اور وہ نصف دائرے کی شکل میں آگے بڑھ آئے تھے۔

”عزت سے چلے چلے۔“ کیپٹن نے خان سے کہا۔ ”فی الحال اسی میں آپ کی بہتری ہے۔“

”سب جھوٹ ہے۔۔۔“ خان ملن بھاڑ کر دواڑا۔

”دو فوجیوں کو میرے ساتھ کیجئے۔“ عمران نے کیپٹن سے کہا۔ ”ان دونوں مظلوموں کو خان کی خدمت میں پیش کئے دیتا ہوں۔“
”جیسی آپ کی مرضی۔۔۔“ کیپٹن بولا۔

”عمران دو سپاہیوں کے ساتھ اُس ویرانے میں آیا تھا جہاں وہ دونوں چپے ہوئے تھے۔“

”خدا کا شکر ہے۔“ زین کا بچہ بولی آواز میں بولی یہ تم

بالآخر کامیاب ہو گئے۔۔۔

جابر خان کی حالت خیر ہو رہی تھی۔۔۔ اُس کے دونوں ہاتھ متورم تھے؛ فرجی آئے سہارا دے کر چلے۔

”کیا تم کو کچھ بہت بڑے امیر ہو۔“ زین نے عمران سے پوچھا۔

”ہیں ایسا ہی امیر ہوں کہ گتے کاٹ لیا کرتے ہیں۔“

”بھروسہ آؤ گے ہمارے طرف۔“ زین کے لپٹے میں حسرت تھی۔

”وہ مارا کرتے ہیں کہ بھرت کاٹ لے۔۔۔“

”بار بار گتے کی بات کر کے مجھے غصہ نہ دلاؤ۔“ وہ جھجکا کر بولی۔

”تھوڑی دیر بعد وہ دیوان خاں میں پہنچے تھے۔ لیکن خان

اُنہیں دیکھ نہ سکا کیونکہ اب وہ اپنی آنکھ پر بیہوش پڑا تھا۔ اور

اُس کی گردن ایک طرف ڈھلک گئی۔“

”یہ کیا ہوا۔“ عمران نے کیپٹن سے پوچھا۔

”بیٹھے بیٹھے تشبیہ کیفیت طار کھڑی تھی۔۔۔ اور پھر

بیہوش ہو گئے۔“

”غصہ بھائی اور احساس بے بسی مل کر کسی حال کو بہرہ بخا دیتے

ہیں۔“ عمران سسرہا کر بولا۔ ”پھر زین اور جابر خان کی طرف

دیکھ کر کہا۔“ ان دونوں کو حید کو اس پر ہونا ہر گز! اس

نہیں کے شاعر ہیں۔“

”کیپٹن نے خان قزاقی طریقہ دیکھا تھا۔

”جب قزاقوں سے ملکر ہوا اُسے بھلے جاؤ۔۔۔“ عمارت

کوئی سند و باہر نہ نکالنے پائے ورنہ نگاری میں پڑ جاؤ گے۔“

”یہ کہتا ہوں۔“

ان کے حشراتِ ثبوت میں بذاتِ خود انٹر سروسز کے
ڈائریکٹر جنرل تک پہنچا دیں گا۔

بہت بہتر جناب۔

زیرِ حسیّت سے آنکھیں پھاٹے عمران کو دیکھتی رہی تھی لیکن
اب عمران اُس کی طرف متوجہ نہیں تھا۔

پھر داراب کو بھی تہہ خانے سے نکالا گیا، فوجیوں کو دیکھ کر
وہ چو نکلا تھا۔

”کمیٹیل ٹیم ہو چکا ہے داراب! اب تم حکومت کے قیدی
ہو۔“

وہ کچھ نہ بولا۔ تیسرا آلودہ نعروں سے عمران کی طرف دیکھتا
رہا تھا۔

”زیرِ کے بارے میں تمہیں جو اطلاع میں نے دی تھی۔“ عمران اُنکی
آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا ”محض حکمتِ عملی تھی۔ وہ تو تم سے اس
حد تک متنفر ہے کہ موقع ملنے پر خود ہی تمہیں گولی کا نشانہ بنادی۔“
”تم سب جہنم میں جاؤ۔“ وہ حق پہاڑ کر دبا ڈالتا۔

روانچی سے قبل زیز نے عمران سے ملنے کی خواہش ظاہر کی تھی
اور اُسے مہمان خانے میں پہنچا دیا گیا تھا۔

”میں آپ کی شکر گزار ہوں جنابِ عالی۔“ اُس نے رقتِ آمیز
لہجے میں کہا۔

”اے واہ۔ یہ آپ اور جناب کیوں شروع کر دی۔“

”میں تصور بھی نہیں کر سکتی تھی کہ آپ اتنے بڑے آفیسر ہیں، اپنے
انتیلائے سے خانِ قزاق کی قیمت کا بھی فیصلہ کر سکتے ہیں۔“

”نہیں زیز دوست! عمران مُسکرا کر بولا ”میں ایک بہت بڑی مشین
کا ایک معمولی سا پرندہ ہوں۔“

”شکر ہے! آپ نے مجھے دوست کہا ہے! اے ہیڈ یو رکھنے کا ادنیٰ تو
شائد مرتد دم تک آپ کو نہ بھلا سکوں۔“

عمران کچھ نہ بولا۔

وہ آہستہ آہستہ آگے بڑھتی تھی اور عمران کی پیشانی کو ہر دیکر
یکلخت دایب سے لئے کر رہی تھی۔

عمران ہر نعروں کی طرح منہ پھاڑے بیٹھا رہا۔

زیز مدح و تحمید کیغیر بار بھی بولی چلی گئی تھی۔۔۔ اُس کے بعد
جزفت کر کے میں داخل ہوا تھا۔

”کیا برا پاس۔“ وہ بڑکھلا کر بولا۔

”اُوں۔۔۔“ عمران چونک پڑا۔

”مطلب۔۔۔ یہ کہ طبیعت تو خفیک ہے۔“

”اُں۔۔۔ اس وقت میری پیشانی پر تھیں اس اور غلوں کے پتھروں
کھل رہے ہیں۔ کاش! خُشیا نے بھی کبھی اس طرح میری پیشانی کو زور
دیا ہوتا۔“

جو رتِ خیرانہ انداز میں اُسے دیکھا رہ گیا تھا۔

ختم شد